ہفت روزہ

الفضل

انٹرنیشنل

مدیر اعلیٰ :— نصیر احمد قمر

جلد 15 — جمعۃ المبارک 11 ؍جنوری 2008ء — 02 محرم الحرام 1429 ہجری قمری ❁ 11 صلح 1387 ہجری شمسی — شمارہ 02

وفات پر صبر کا اجر

حضرت ابوطلحہ اور ان کی بیوی نے ایک بیٹے کی وفات پر غیر معمولی صبر کیا تو رسول اللہ ﷺ نے دعا کی کہ اللہ تعالیٰ یہ رات تمہارے لئے مبارک کرے۔ سفیان کہتے ہیں کہ مَیں نے ان کے نو بیٹے دیکھے سب کے سب قرآن کے قاری تھے۔

(صحیح بخاری کتاب الجنائز باب من لم یظہر حزنہ عند المصیبۃ حدیث نمبر 1218)

﴿ارشادات عالیہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام﴾

تناسخ اور نیوگ کے مسائل حقیقی پاکیزگی کے برخلاف ہیں۔ برائے خدا پردہ کی رسم کو بکلّی الوداع نہ کہہ دیں کہ اس میں بہت سی خرابیاں ہیں جو بعد میں معلوم ہوں گی۔

یہ زمانہ ایک ایسا زمانہ ہے کہ اگر کسی زمانہ میں پردہ کی رسم نہ ہوتی تو اس زمانہ میں ضرور ہونی چاہیئے تھی کیونکہ زمین پر بدی اور فسق و فجور اور شرابخوری کا زور ہے۔

اعتقادی غلطیوں کی سزا تو مرنے کے بعد ہے اور ہندو یا عیسائی یا مسلمان ہونے کا فیصلہ تو قیامت کے دن ہوگا۔ لیکن جو شخص ظلم اور تعدی اور فسق و فجور میں حد سے بڑھتا ہے اس کو اسی جگہ سزا دی جاتی ہے

''غرض حضرات عیسائی اور آریہ صاحبان اس ایک ہی اعتراض کے دام میں ہیں۔ اور ان کے ساتھ بعض نادان مسلمان بھی۔ لیکن مسلمانوں کے دھوکہ کھانے میں خدا کے کلام کا قصور نہیں۔ خدا نے تو کھول کر فرما دیا کہ یہ اُن کا اپنا قصور ہے۔ اور یہ اسی طرح کا قصور ہے جیسا کہ وہ اب تک حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو زندہ قرار دیتے ہیں اور دوسرے آسمان پر بٹھا رہے ہیں۔ اور خدا کے کلام قرآن شریف میں صاف لکھا ہے کہ مدت ہوئی کہ حضرت عیسیٰ فوت ہو چکے ہیں اور گزشتہ روحوں میں داخل ہو گئے مگر یہ لوگ کتاب اللہ کے برخلاف اُن کی آمد ثانی کا انتظار کر رہے ہیں۔

پھر ہم اصل کلام کی طرف متوجہ ہو کر کہتے ہیں کہ دوسرا پہلو تناسخ کے بطلان کا یہ ہے کہ حقیقی پاکیزگی کے برخلاف ہے۔ کیونکہ جب ہم ہر روز دیکھتے ہیں کہ کسی کی ماں فوت ہو جاتی ہے اور کسی کی ہمشیرہ اور کسی کی پوتی تو پھر اس پر کیا دلیل ہے کہ اس عقیدے کے قائل اس غلطی میں مبتلا نہ ہو جائیں کہ ایسی جگہ نکاح کر لیں جہاں نکاح کرنا وید کی رو سے حرام ہے۔ ہاں اگر ہر ایک بچّہ کے ساتھ اُس کے پیدا ہونے کے وقت میں ایک لکھی ہوئی فہرست بھی ہمراہ ہو جس میں بیان کیا گیا ہو کہ وہ پہلی جون میں فلاں شخص کا بچّہ تھا تو اس صورت میں ناجائز نکاح سے بچ سکتے تھے۔ مگر پرمیشر نے ایسا نہ کیا۔ گویا ناجائز طریق کو خود پھیلانا چاہا۔ پھر ماسوا اس کے ہمیں سمجھ نہیں آتا کہ اس قدر جونوں کے چکّر میں ڈالنے سے فائدہ کیا ہے؟ اور جب کہ تمام مدار نجات اور مکتی کا گیان یعنی معرفتِ الٰہی پر ہے تو یوں چاہیئے تھا کہ ہر ایک بچّہ جو دوبارہ جنم لیتا پہلا ذخیرہ اس کے گیان اور معرفت کا ضائع نہ ہوتا۔ لیکن ظاہر ہے کہ ہر ایک بچہ جو پیدا ہوتا ہے خالی کا خالی دنیا میں آجاتا ہے اور ایک آوارہ اور فضول خرچ انسان کی طرح تمام پہلا اندوختہ برباد کر کے مفلس و نادار کی طرح منہ دکھاتا ہے۔ اور گو ہزار مرتبہ اس نے وید مقدس کو پڑھا ہو ایک ورق بھی وید کا یاد نہیں رہتا۔ پس اس صورت میں جونوں کے چکر کے رُو سے نجات کی کوئی صورت نظر نہیں آتی کیونکہ ذخیرہ گیان اور علم کا جو ہزار مصیبت سے ہر ایک جون سے جمع کیا جاتا ہے وہ ساتھ ساتھ برباد ہوتا رہتا ہے نہ کبھی محفوظ رہے گا اور نہ نجات ہوگی۔ اول تو حضرات آریہ کے اصولوں کے رُو سے نجات ہی ایک محدود میعاد تھی۔ پھر اُس پر یہ مصیبت کہ سرمایہ نجات کا یعنی گیان جمع ہونے نہیں پاتا۔ یہ بدقسمتی روحوں کی نہیں تو اَور کیا؟

دوسرا امر جو مخلوق کی پاکیزگی کے مخالف آریہ صاحبوں کے عقائد میں داخل ہے وہ نیوگ کا مسئلہ ہے۔ مَیں اس مسئلہ کو وید مقدس کی طرف منسوب نہیں کرتا۔ بلکہ اِس خیال سے میرا دل کانپتا ہے کہ مَیں اس قسم کی باتوں کو وید کی طرف منسوب کروں۔ جہاں تک میرا علم اور کانشنس ہے مَیں یقین کرتا ہوں کہ انسانی فطرت ہرگز قبول نہیں کرے گی کہ ایک شخص اپنی پاکدامن بیوی کو جو خاندان اور عزت رکھتی ہے محض بچہ لینے کی خاطر سے دوسرے سے ہمبستر کراوے۔ حالانکہ اس بیوی کا تعلق زوجہ ہونے کا اپنے شوہر سے قائم ہے اور وہ اس کی بیوی کہلاتی ہے۔ اور نہ مَیں اس بات کو پسند کرتا ہوں کہ خود بیوی ایسی حرکت پر خود آمادہ ہو حالانکہ اس کا خاوند زندہ موجود ہے۔ انسان تو انسان ہے یہ غیرت تو بعض حیوانوں میں بھی پائی جاتی ہے کہ وہ اپنے مادہ کی نسبت ایسا روا نہیں رکھتے۔ مَیں اس جگہ کوئی بحث کرنا نہیں چاہتا سراسر ادب اور منّت سے آریہ صاحبوں کی خدمت میں عرض کرتا ہوں کہ اگر اس عقیدہ کو چھوڑ دیں تو بہت بہتر ہوگا۔ پہلے سے ہی یہ ملک حقیقی پاکیزگی کے مقام سے بہت متنزل ہے پھر اگر عورتوں اور مردوں میں ایسی ایسی باتیں بھی رواج پا گئیں تو معلوم نہیں کہ اس ملک کا کیا انجام ہوگا۔

ساتھ ہی مَیں ایک اور عرض کے لئے جرأت کرتا ہوں کہ گو آریہ صاحبوں کو اس زمانہ میں مسلمانوں سے کیسی ہی نفرت ہے اور اسلام کے عقائد سے کیسی ہی بیزاری ہے مگر برائے خدا پردہ کی رسم کو بکلّی الوداع نہ کہہ دیں کہ اس میں بہت سی خرابیاں ہیں جو بعد میں معلوم ہوں گی۔ یہ بات ہر ایک فہیم انسان سمجھ سکتا ہے کہ بہت سا حصہ انسانوں کا نفس امّارہ کے ماتحت چل رہا ہے اور وہ اپنے نفس کے ایسے قابو ہیں کہ اس کے جوشوں کے وقت کچھ بھی خدا تعالیٰ کی سزا کا دھیان نہیں رکھتے۔ جوان اور خوبصورت عورتوں کو دیکھ کر بدنظری سے باز نہیں آتے۔ اور ایسے ہی بہت سی عورتیں ہیں کہ خراب دلی سے بیگانہ مردوں کی طرف نگاہیں کرتی ہیں۔ اور جب فریقین کو باوجود ان کی اس خراب حالت میں ہونے کے پوری آزادی دی جائے تو یقیناً ان کا وہی انجام ہوگا جیسا کہ یورپ کے بعض حصّوں سے ظاہر ہے۔ ہاں جب یہ لوگ درحقیقت پاک دل ہو جائیں گے اور اُن کی امّارگی جاتی رہے گی اور شیطانی رُوح نکل جائے گی اور ان کی آنکھوں میں خدا کا خوف پیدا ہو جائے گا اور ان کے دلوں میں خدا کی عظمت قائم ہو جائے گی اور وہ ایک پاک تبدیلی کر لیں گے اور خدا ترسی کا ایک پاک چولا پہن لیں گے تب جو چاہیں سو کریں کیونکہ اس وقت وہ خدا کے ہاتھ کے خوجے ہوں گے گویا وہ مَرد نہیں ہیں۔ اور اُن کی آنکھیں اس بات سے اندھی ہوں گی کہ نامحرم عورت کو بدنظری سے دیکھ سکیں یا ایسا بدخیال دل میں لا سکیں۔ مگر اے پیارو! خدا آپ تمہارے دلوں میں الہام کرے۔ ابھی وہ وقت نہیں کہ تم ایسا کرو۔ اور اگر ایسا کرو گے تو ایک زہرناک بیج قوم میں پھیلاؤ گے یہ زمانہ ایک ایسا نازک زمانہ ہے کہ اگر کسی زمانہ میں پردہ کی رسم نہ ہوتی تو اس زمانہ میں ضرور ہونی چاہیئے تھی کیونکہ کل جُگ ہے اور زمین پر بدی اور فسق و فجور اور شرابخوری کا زور ہے اور دلوں میں دہریہ پن کے خیالات پھیل رہے ہیں۔ اور خدا تعالیٰ کے احکام کی دلوں میں سے عظمت اُٹھ گئی ہے۔ زبانوں پر سب کچھ ہے اور لیکچر بھی منطق اور فلسفہ سے بھرے ہوئے ہیں مگر دل روحانیت سے خالی ہیں۔ ایسے وقت میں کب مناسب ہے کہ اپنی غریب بکریوں کو بھیڑیوں کے بنوں میں چھوڑ دیا جائے۔

اے دوستو! اب طاعون سر پر ہے اور جہاں تک مجھے خدا تعالیٰ سے علم دیا گیا ہے ابھی بہت سا حصہ اس کا باقی ہے۔ بہت خطرناک دن ہیں معلوم نہیں کہ آئندہ مئی تک کون زندہ ہوگا اور کون مَر جائے گا اور کس گھر پر بلا آئے گی اور کس کو بچایا جائے گا۔ پس اُٹھو! اور توجہ کرو اور اپنے مالک کو نیک کاموں سے راضی کرو۔ اور یاد رکھو کہ اعتقادی غلطیوں کی سزا تو مرنے کے بعد ہے اور ہندو یا عیسائی یا مسلمان ہونے کا فیصلہ تو قیامت کے دن ہوگا۔ لیکن جو شخص ظلم اور تعدی اور فسق و فجور میں حد سے بڑھتا ہے اس کو اسی جگہ سزا دی جاتی ہے۔ تب وہ خدا کی سزا سے کسی طرح بھاگ نہیں سکتا۔ سو اپنے خدا کو جلد راضی کر لو۔ اور قبل اس کے کہ وہ دن آوے جو خوفناک دن ہے یعنی طاعون کے زور کا دن جس کی نبیوں نے خبر دی ہے تم خدا سے صلح کر لو۔ وہ نہایت درجہ کریم ہے۔ ایک دم کے گداز کرنے والی توبہ سے ستّر برس کے گناہ بخش سکتا ہے۔ اور یہ مت کہو کہ توبہ منظور نہیں ہوتی۔ یاد رکھو کہ تم اپنے اعمال سے کبھی بچ نہیں سکتے۔ ہمیشہ فضل بچاتا ہے، نہ اعمال۔ اے خدائے کریم و رحیم! ہم سب پر فضل کر کہ ہم تیرے بندے اور تیرے آستانہ پر گرے ہیں۔ آمین''۔

(''لیکچر لاہور''۔ روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 171 تا 174)

اداریہ

ترقیات کی کلید ۔ تقویٰ اور اعتصام بحبل اللہ

سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے 31 دسمبر 2007ء کو قادیان دارالامان میں منعقد ہونے والے جماعت کے 116 ویں جلسہ سالانہ کے اختتامی اجلاس میں ایم ٹی اے کے مواصلاتی رابطوں کے ذریعہ لندن سے براہ راست خطاب کرتے ہوئے افراد جماعت احمدیہ عالمگیر کو بیش قیمت نصائح فرمائیں۔حضور انور ایدہ اللہ کا یہ خطاب ساری دنیا میں براہ راست نشر ہوا۔ حضور انور نے اس نہایت درجہ اہمیت کے حامل پُر معارف،بصیرت افروز اور دلنشیں خطاب میں فرمایا:

''ہمیشہ یاد رکھیں جماعت احمدیہ کی ترقی کا دارومدار کسی شخص پر نہیں بلکہ تقویٰ پر چلنے والے افراد پر ہے۔ تقویٰ میں ترقی کرنے والوں کی تعداد پر ہے اور الٰہی وعدوں کے مطابق خلافت احمدیہ سے وابستہ ہے۔جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ ''مَیں جب جاؤں گا تو پھر خدا اُس دوسری قدرت کو تمہارے لئے بھیج دے گا جو ہمیشہ تمہارے ساتھ رہے گی۔جیسا کہ خدا کا براہین احمدیہ میں وعدہ ہے۔اور وہ وعدہ میری ذات کی نسبت نہیں ہے بلکہ تمہاری نسبت وعدہ ہے جیسا کہ خدا فرماتا ہے کہ مَیں اس جماعت کو جو تیرے پیرو ہیں قیامت تک دوسروں پر غلبہ دوں گا''۔(الوصیت ۔روحانی خزائن جلد20صفحہ305-306)

پس حقیقی غلبہ حقیقی پیروؤں کا ہے۔اللہ تعالیٰ کی مدد کا وعدہ حقیقی پیروؤں کے ساتھ ہے اور حقیقی پیرو وہ ہے جو تقویٰ پر چلنے والا ہے۔پس اس بات کو ہمیشہ ذہن نشین رکھیں کہ خلافت احمدیہ کے ساتھ جڑے رہنے میں ہی ہر احمدی کی بقا ہے اور ایمان لانے والوں کے ساتھ اس کا دائمی ترقیات کا وعدہ ہے۔

پس اللہ تعالیٰ کا ترقیات کا وعدہ خلافت کے ساتھ وابستہ ہے اور خلافت کے ساتھ جڑے رہنے کے ساتھ وابستہ ہے اور ایمان لانے والوں کے ساتھ دائمی ترقیات کا وعدہ ہے۔

پس تقویٰ میں بڑھیں اور اللہ تعالیٰ کی خاطر اس تعلق میں مزید مضبوطی پیدا کریں۔دعاؤں سے اس انعام اور اللہ تعالیٰ کے احسان کی آبیاری کریں تا کہ اللہ تعالیٰ کے احسانات کے دروازے مزید وا ہوتے چلے جائیں''۔

قرآن مجید سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر نبی نے اپنی قوم کو جہاں اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرنے کی تاکید کی وہاں اس کے ساتھ ہی انہیں اپنی اطاعت کا بھی حکم دیا کیونکہ تقویٰ کی باریک راہوں پر چلنا عام انسان کے بس کی بات نہیں۔ہاں جسے خدا تعالیٰ کی طرف سے خاص طور پر تقویٰ عطا ہو اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے وہ منصب نبوت یا خلافت پر فائز ہو اُس مبارک وجود کے ساتھ سچی،پُر خلوص وابستگی اور اس کی کامل اطاعت و فرمانبرداری کے ذریعہ اس کی دعاؤں اور روحانی توجہات سے حصہ پانے کے نتیجہ میں انسان کے لئے تقویٰ کی راہوں پر چلنا آسان ہو جاتا ہے۔حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''قرآن شریف میں تمام احکام کی نسبت تقویٰ اور پرہیزگاری کے لئے بڑی تاکید ہے۔وجہ یہ ہے کہ تقویٰ ہر ایک بدی سے بچنے کے لئے قوت بخشتی ہے۔اور ہر ایک نیکی کی طرف دوڑنے کے لئے حرکت دیتی ہے۔اور اس قدر تاکید فرمانے میں بھید یہ ہے کہ تقویٰ ہر ایک باب میں انسان کے لئے سلامتی کا تعویذ ہے اور ہر ایک قسم کے فتنہ سے محفوظ رہنے کے لئے حصن حصین ہے''۔(ایام الصلح ،روحانی خزائن جلد 14صفحہ 342مطبوعہ لندن)

اسی طرح آپؑ فرماتے ہیں:

''خدا تعالیٰ نے قرآن شریف میں تقویٰ کو لباس کے نام سے موسوم کیا ہے چنانچہ لِبَاسُ التَّقْوٰی قرآن شریف کا لفظ ہے۔یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ روحانی خوبصورتی اور روحانی زینت تقویٰ سے ہی پیدا ہوتی ہے۔اور تقویٰ یہ ہے کہ انسان خدا کی تمام امانتوں اور ایمانی عہد اور ایسا ہی مخلوق کی تمام امانتوں اور عہد کی حتی الوسع رعایت رکھے۔یعنی اُن کے دقیق در دقیق پہلوؤں پر تابمقدور کاربند ہو جائے''۔

(ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم۔ روحانی خزائن جلد 21 صفحہ210 مطبوعہ لندن)

تقویٰ کے بہت سے مراتب ہیں اور بہت سی منزلیں ہیں اور حصول تقویٰ کا سفر ایک لامتناہی سفر ہے۔قرآن مجید میں تقویٰ کے ان مختلف مراتب کا تفصیل سے ذکر ہے اور متقین کی مختلف صفات اور ان کو حاصل ہونے والی کامیابیوں اور بشارتوں اور ترقیات و کمالات کا نہایت حسین اور جامع بیان درج ہے۔

چونکہ ہر انسان کی استعداد مختلف ہوتی ہے اس لئے قرآن کریم میں یہ حکم دیا گیا کہ فَاتَّقُوا اللّٰہَ مَا اسْتَطَعْتُمْ (التغابن:17) اپنی استطاعت کے مطابق تقویٰ اختیار کرو۔دوسری جگہ مومنوں کو یہ حکم دیا کہ اتَّقُوا اللّٰہَ حَقَّ تُقٰتِہٖ (آل عمران:103) اللہ کا تقویٰ اختیار کرو جیسا کہ اس کا تقویٰ اختیار کرنے کا حق ہے۔اگر ایک انسان اپنی استطاعت کی آخری حد تک تقویٰ کو حاصل کر لیتا ہے تو گویا اس نے اپنی ہمت و توفیق کے مطابق تقویٰ اختیار کرنے کا حق ادا کر دیا۔لیکن چونکہ کسی انسان کو علم نہیں کہ اس کی استطاعت کی آخری حد کیا ہے اس لئے اس کا فرض ہے کہ وہ کسی مقام کو بھی آخری سمجھ کر وہاں رُک نہ جائے بلکہ مسلسل مجاہدہ اور ریاضت سے کام لیتے ہوئے رضائے باری تعالیٰ کی راہوں پر ثبات قدم سے آگے بڑھتا رہے۔اور پھر اللہ تعالیٰ چونکہ وَاسِعٌ عَلِیْم ہے وہ انسان کی استعداد کو بڑھا بھی سکتا ہے اور اسے تقویٰ کی مزید رفعتوں سے بھی نواز سکتا ہے۔لیکن جیسا کہ پہلے بیان کیا گیا ہے کسی انسان کے بس میں نہیں کہ وہ تقویٰ کی تمام راہوں سے خود آشنائی حاصل کر سکے اور تقویٰ کے کمال کو اپنے زور بازو سے حاصل کر سکے۔چنانچہ اس غرض سے اللہ تعالیٰ اپنے انبیاء کو مبعوث فرماتا ہے جو مومنوں کو تقویٰ کی باریک راہوں کی طرف رہنمائی دیتے ہیں اور اپنے پاک نمونہ اور حسن تدابیر اور متضرعانہ دعاؤں سے ان کے لئے تقویٰ کی راہوں پر سفر آسان کرنے میں مدد دیتے ہیں۔اسی لئے قرآن مجید میں جہاں بھی تقویٰ اللہ اختیار کرنے کا حکم ہے وہاں ساتھ ہی رسول پر ایمان اور اس کی باتوں کو توجہ سے سننے اور اس کی اطاعت کا بھی حکم دیا گیا ہے۔اور ایک جگہ فرمایا کہ اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور اس تک پہنچنے کے لئے وسیلہ اختیار کرو۔خدا کے انبیاء و مامورین وہ وسیلہ ہوتے ہیں جن سے خدا تک پہنچنا ممکن ہوتا ہے۔

اسلام چونکہ ایک کامل و مکمل دین ہے اس لئے مومنین سے یہ توقع ظاہر کی گئی ہے کہ وہ اللہ کا تقویٰ اس طرح اختیار کریں جیسا کہ اس کا حق ہے۔لیکن چونکہ یہ کام آسان نہیں اور اللہ تعالیٰ کے خاص فضل اور اس کی نصرت و تائید کے بغیر یہ منزل سر کرنا ممکن نہیں اور اللہ تعالیٰ کی مومنوں کی بشری کمزوریوں پر بھی نظر ہے اس لئے ساتھ ہی اس نے یہ حکم دیا کہ وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰہِ جَمِیْعًا (آل عمران:104) تم سب کے سب اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو۔ اس کے نتیجہ میں تمہارے لئے تقویٰ کا حصول آسان ہو جائے گا اور تم خدا تعالیٰ کی حفاظت اور اس کی پناہ میں آ جاؤ گے۔اور تم ہر قسم کی ہلاکتوں سے محفوظ رہتے ہوئے،ہر قسم کی فلاح و کامیابی اور ترقیات کو حاصل کر لو گے۔اللہ تعالیٰ کی یہ رسّی خدا تعالیٰ کی عظیم الشان نعمت ہے اور اس سے مراد سب سے اوّل تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود مبارک ہے اور آپؐ کے بعد آپؐ کے خلفاء راشدین مہدیین ہیں۔پھر اس زمانہ میں اللہ تعالیٰ نے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی صورت میں آسمان سے ایک حبل اللہ اتاری اور آپ کو تقویٰ کے ایک اعلیٰ مقام پر فائز فرمایا اور آپ نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے ''طائفہ متقین یعنی تقویٰ شعار لوگوں کی جماعت کے جمع کرنے کے لئے'' سلسلۂ بیعت کا آغاز فرمایا۔اور یہ اعلان فرمایا کہ:

''جو لوگ حق کے طالب ہیں وہ سچا ایمان اور سچی پاکیزگی اور محبتِ مولا کا راہ سیکھنے کے لئے اور گندی زیست اور کاہلانہ اور غدّارانہ زندگی کے چھوڑنے کے لئے مجھ سے بیعت کریں۔پس جو لوگ اپنے نفسوں میں کسی قدر یہ طاقت پاتے ہیں انہیں لازم ہے کہ میری طرف آویں کہ مَیں اُن کا غمخوار ہوں گا اور اُن کا بار ہلکا کرنے کے لئے کوشش کروں گا اور خدا تعالیٰ میری دُعا اور میری توجہ میں اُن کے لئے برکت دے گا بشرطیکہ وہ ربّانی شرائط پر چلنے کے لئے بدل و جان تیار ہوں گے''۔ (سبز اشتہار۔ روحانی خزائن جلد 2 صفحہ 470)

یہ اللہ تعالیٰ کا ہم پر بہت بڑا احسان ہے کہ اس کے وعدوں کے مطابق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد خلافت حقّہ اسلامیہ احمدیہ کی صورت میں یہ نعمت آج بھی ہم میں جاری ہے۔ چنانچہ ہمیشہ خلفائے مسیح موعودؑ اپنے وعظ و نصائح میں،اپنے خطبات و خطابات میں افراد جماعت کو تقویٰ اختیار کرنے اور اعتصام بحبل اللہ کی یاد دہانی کرواتے رہتے ہیں کہ یہی اس جماعت کے قیام کا مقصد ہے اور یہی تمام کامیابیوں اور ترقیات کی کلید ہے۔اور ہمارا مشاہدہ اور تجربہ ہے کہ اعتصام بحبل اللہ یعنی خلافت سے سچی وابستگی کے نتیجہ میں اور روحانی توجہات کے باعث تقویٰ اور طہارت اور پاکیزگی اور نیکیوں کی توفیق عطا ہوتی ہے۔اور جماعت خدا کے فضل سے ترقی کی ارفع منازل کی طرف رواں دواں ہے۔

اب جبکہ ہم عنقریب صد سالہ خلافت جوبلی کے نہایت مبارک سال میں داخل ہونے والے ہیں ہمارے لئے یہ انتہائی اہم اور ضروری ہے کہ ہم اپنے محبوب امام کی نصائح کو خاص اہتمام کے ساتھ اپنے دلوں میں جگہ دیں اور ان نصائح پر بہترین عمل کے لئے اللہ تعالیٰ سے توفیق مانگیں تا کہ ہم اللہ تعالیٰ کے مزید فضلوں کے وارث بنتے چلے جائیں۔خدا کرے کہ ایسا ہی ہو۔

(نصیر احمد قمرؔ)

مسلمانو! بناؤ تام تقویٰ

(منظوم انتخاب از کلام حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام)

ہمیں اُس یار سے تقویٰ عطا ہے — نہ یہ ہم سے کہ احسان خدا ہے
کرو کوشش اگر صدق و صفا ہے — کہ یہ حاصل ہو جو شرط لقا ہے
یہی آئینۂ خالق نما ہے — یہی اک جوہر سیف دعا ہے
ہر اِک نیکی کی جڑ یہ اتّقا ہے — ''اگر یہ جڑ رہی سب کچھ رہا ہے''
یہی اک فخرِ شانِ اولیاء ہے — بجُز تقویٰ زِیادت اُن میں کیا ہے
ڈرو یارو کہ وہ بینا خدا ہے — اگر سوچو ، یہی دارُالجزاء ہے

مجھے تقویٰ سے اُس نے یہ جزا دی
فَسُبْحَانَ الَّذِیْ اَخْزَی الْاَعَادِی

عجیب گوہر ہے جس کا نام تقویٰ — مُبارک وہ ہے جس کا کام تقویٰ
سنو! ہے حاصل اسلام تقویٰ — خُدا کا عشق ، مَے اور جام تقویٰ
مسلمانو! بناؤ تام تقویٰ — کہاں ایماں اگر ہے خام تقویٰ

یہ دولت تُو نے مجھ کو اے خدا دی
فَسُبْحَانَ الَّذِیْ اَخْزَی الْاَعَادِی

حضرت ابوبکرؓ خلیفہ بلافصل کی حیثیت میں

حضرت علیؓ کی حضرت ابوبکرؓ کے ہاتھ پر رضامندی سے بیعت

حضرت علیؓ کا حضرت ابوبکرؓ سے دوستانہ سلوک اور شیعہ اصحاب کے لئے لمحہ فکریہ

تحریر: مولانا قاضی محمد نذیر صاحب فاضل لائلپوری ۔(مرحوم)

دوسری اور آخری قسط

حدیثوں میں خلافت ابوبکرؓ کے لئے اشارات

حدیثوں میں ایسے اشارات ملتے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کے معاً بعد خلافت کا اہل کون ہے۔ آپؐ نے اپنی بیماری میں جس میں آپؐ نے وفات پائی ۔ حضرت ابوبکر ؓ کو مسجد نبوی میں نماز کی امامت کرانے کا حکم دیا اور مسجد میں کھلنے والی سب کھڑکیاں سوائے حضرت ابوبکر ؓ کی کھڑکی کے بند کرادیں جو اس بات کے لئے اشارہ تھا کہ آئندہ حضرت ابوبکر ؓ ہی امام ہونے کے اہل ہیں نہ کوئی اور۔

علاوہ ازیں ذیل کی روایات بھی حضرت ابوبکر ؓ کی خلافت کی اہلیت کے بارہ میں اشارات ہیں۔

(1) عن علی رضی اللّٰہ عنہ قال کنت عندالنبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم فدخل ابوبکر وعمررضی اللّٰہ عنہما فقال یاعلیّ ھذان سیداکھول اھل الجنة شُبًّا مِنْھا بعدالنبیین والمرسلین۔

(مسند احمد حنبل جلد اوّل صفحہ 80)

یعنی حضرت علی ؓ سے روایت ہے کہ میں نبی کریم ﷺ کے پاس تھا کہ اتنے میں ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما داخل ہوئے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ اے علی! یہ دونوں نبیوں اور رسولوں کے بعد جنت کے ادھیڑ عمر والوں اور جوانوں کے سردار ہیں۔‘‘

(2) عن محمد بن جبیر بن مطعم عن ابیہ قال أتت امرأة النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم فامرھا ان ترجع الیہ قالت ارأیت ان جئت ولم اجدک کانھا تقول الموت قال صلی اللّٰہ علیہ وسلم ان لم تجد ینی تاتی ابابکر۔ (بخاری باب فضائل اصحاب النبی جلد 2 صفحہ 187 مصری)

محمد بن جبیر بن مطعم اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں۔ اس نے کہا کہ ایک عورت رسول اللہ ﷺ کے پاس طالب امداد ہوکر آئی تو آپؐ نے اسے حکم دیا کہ وہ آپؐ کے پاس پھر آئے۔ وہ کہنے لگی بتایئے تو سہی اگر مَیں آؤں اور آپ کو نہ پاؤں ۔ گویا وہ موت کا ذکر کرتی تھی ۔ اس پر آپؐ نے فرمایا۔ اگر تو مجھے نہ پائے تو ابوبکر کے پاس آنا۔

(3) عن قتادة ان انس بن مالک حدّثھم ان النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم صعد اُحُدا وابوبکر وعمر وعثمان فرجعت بھم فقال اثبت احدفانما علیک نبی وصدیق وشھیدان ۔

قتادہ سے روایت ہے کہ انس بن مالکؓ نے انہیں حدیث سنائی کہ نبی کریم ﷺ اُحد پہاڑ پر چڑھے تو پہاڑ میں زلزلہ آیا۔ آپ نے فرمایا۔ اُحد ٹھہر جاؤ۔ کیونکہ تجھ پر نبی اور صدیق اور دو شہید ہیں۔‘‘

(صحیح بخاری جلد 2 صفحہ 190)

اسی قسم کے واقعہ کی ایک اور روایت خود شیعوں کی کتب میں بھی وارد ہے۔ چنانچہ علامہ طبرسی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔

کنا معہٗ علیٰ جبل حراء اذ تحرک الجبل فقال لہ قر۔ فانہٗ لیس علیک الا نبی وصدیق وشھید ۔

حضرت علیؓ کہتے ہیں کہ ہم (ابوبکر اور مَیں) نبی کریم ﷺ کے ساتھ حراء پہاڑ پر تھے کہ پہاڑ میں جنبش پیدا ہوئی تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا (اے پہاڑ) ٹھہر جا کیونکہ تجھ پر ایک نبی اور ایک صدیق اور ایک شہید کے سوا اور کوئی نہیں۔‘‘

ان روایتوں میں حضرت ابوبکر ؓ کو صدیق قرار دیا گیا ہے اور حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ اور حضرت علی ؓ کو شہید۔ اور قرآن مجید کی آیت اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیْھِمْ مِّنَ النَّبِیّٖنَ وَالصِّدِّیْقِیْنَ وَالشُّھَدَآءِ وَالصّٰلِحِیْنَ (النساء: 70) کی ترتیب میں نبی کے بعد صدیق کا درجہ اور صدیق کے بعد شہید کا درجہ اور شہید کے بعد صالح کا درجہ بیان کیا گیا ہے۔

پس ان دونوں سُنّی شیعہ روایتوں میں نبیوں کے مرتبہ کے بعد صدیق کا مرتبہ رکھنے والے کو افضل قرار دیا گیا ہے بہ نسبت شہید کا درجہ رکھنے والے کے۔ حضرت ابوبکرؓ کو آنحضرت ﷺ نے خود صدیق قرار دیا ہے اور حضرت عمر، عثمان اور علی رضی اللہ عنہم کو شہید۔

(4) عن محمد بن الحنفیہ قال قلت لا بی ای الناس خیر بعدرسول اللہ۔ قال ابوبکر۔ قلت ثم من۔ قال ثم عمر وخشیت ان یقول عثمان۔ قلت ثم انت۔ قال ما انا الا رجل من المسلمین ۔ (صحیح بخاری جلد2 صفحہ189)

محمد بن الحنیفہؓ کہتے ہیں مَیں نے اپنے باپ (حضرت علی رضی اللہ عنہ) سے پوچھا کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد کون آدمی سب سے بہتر ہے۔ آپ نے فرمایا ابوبکرؓ۔ مَیں نے کہا پھر کون؟ آپ نے فرمایا عمرؓ اور مَیں ڈرا (کہ تیسری دفعہ سوال پر) وہ کہیں جواب میں عثمانؓ نہ کہہ دیں۔ اس لئے خود مَیں نے کہا۔ پھر آپ ہیں؟ آپ نے فرمایا۔ مَیں تو مسلمانوں میں سے ایک آدمی ہوں۔‘‘ (یہ تو آپ نے تواضع کے طور پر فرمایا ورنہ آپ بھی بزرگ صحابہ میں سے تھے۔ ناقل)

(5) عن وھب السوائی قال خطبنا علیٌّ رضی اللّٰہ عنہ فقال من خیر ھذہ الامة بعد نبیھا۔ قلتُ انت یا امیر المومنین۔ قال لا، خیر ھٰذہ الامة بعد نبیھا ابوبکر ثم عمر رضی اللّٰہ عنھما وما نبعدان السکینة تنطق علیٰ لسان عمر رضی اللّٰہ عنہ ۔

(مسند احمد حنبل جلد اوّل صفحہ 106)

وہب سوائی سے روایت ہے وہب نے کہا (کہ حضرت علی ؓ نے اپنی خلافت کے زمانہ میں) ہمیں خطبہ دیا (اور ہم سے) پوچھا کہ اس اُمّت کا بہترین آدمی اس اُمّت کے نبی کے بعد کون ہے؟ وہب کہتے ہیں مَیں نے کہا اے امیرالمومنین آپ ہیں۔ اس پر آپؓ نے فرمایا۔ نہیں اس اُمّت کا بہترین آدمی اس اُمّت کے نبی کے بعد ابوبکر ہے پھر عمر رضی اللہ عنہما۔ اور ہم یہ امر بعید نہیں سمجھتے کہ سکینت حضرت عمر ؓ کی زبان سے بولا کرتی تھی۔

(6) اسی طرح ابی جحیفہ خود حضرت علی ؓ سے روایت کرتے ہیں۔

قال قال علیّ رضی اللّٰہ عنہ خیر ھذہ الامة بعد نبیھا ابوبکر وبعد ابی بکر عمر رضی اللّٰہ عنھما ولو شئت لا خبرتکم بالثالث لفعلتُ ۔

(مسند احمد حنبل جلد اول صفحہ 106)

حضرت علی ؓ نے ابو جحیفہؓ سے کہا کہ اس امت کا بہترین آدمی اس اُمّت کے نبی کے بعد ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما ہیں۔ اور اگر میں چاہتا کہ تیسرے کا نام بھی ذکر کروں تو میں ایسا کرتا۔

یہ چھٹی روایت پانچویں روایت کو قوت دیتی ہے اور اس کے مضمون کی تائید کرتی ہے۔ یہ دونو روایتیں اہل السنّت کے طریق سے حضرت علی ؓ سے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے مدارج کے متعلق مروی ہیں۔ اگر شیعہ اصحاب کہیں کہ ہمیں اہل سنت کی روایات مسلّم نہیں تو اس کے متعلق عرض ہے کہ یہ روایات تو شیعوں کے لئے ماننا بہرحال ضروری ہیں۔ کیونکہ ایک تو یہ حضرت علی رضی اللہ عنہما کے مدارج کے متعلق مروی ہیں۔ اگر شیعہ اصحاب کہیں کہ ہمیں اہل سنت کی روایات مسلّم نہیں تو اس کے متعلق عرض ہے کہ یہ روایات تو شیعوں کے لئے ماننا بہرحال ضروری ہیں۔ کیونکہ ایک تو یہ حضرت علی ؓ سے مروی ہیں۔ دوم خود شیعہ طریق سے بھی حضرت علی ؓ کی زبان مبارک سے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی بہت بڑی شان بیان کی گئی ہے۔

چنانچہ شرح نہج البلاغہ میں جو شیعوں کی معتبر کتاب ہے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی شان میں حضرت علی ؓ کی زبان مبارک سے وارد ہے۔

وکان افضلھم فی الاسلام کما زعمت وانصحھم للّٰہ ورسولہ الخلیفة الصدیق و خلیفة الفاروق ولعمری ان مقامھما فی الاسلام لعظیم وان المصاب بھما لجرحٌ فی الاسلام شدیدٌ فرحمھما اللّٰہ وجزاھما باحسن ما عملا۔

جیسا تو نے (اے مخاطب خیال کیا ہے) اسلام میں سب سے افضل اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ کے سب سے زیادہ خیرخواہ خلیفہ صدیق اور خلیفہ فاروق ہیں۔ اور مجھے اپنی عمر کی قسم ہے کہ بے شک ان دونوں (ابوبکرؓ اور عمرؓ) کا مرتبہ اسلام میں البتہ بہت ہی بڑا ہے۔ اور بیشک ان دونوں کی وفات سے اسلام کو شدید نقصان پہنچا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان دونو پر رحم کرے اور ان دونوں کو ان کے عملوں کا بہتر سے بہتر بدلہ دے۔‘‘

(شرح نہج البلاغہ جلد 4 صفحہ 219)

حضرت علی ؓ کے اس قول سے ظاہر ہے کہ آپ حضرت ابوبکر ؓ اور حضرت عمر ؓ کی خلافت کے قائل تھے اور ان ہر دو اصحاب رسول اللہ ﷺ کو اپنے زمانہ خلافت میں نہایت بلند مرتبت شخصیتیں یقین کرتے تھے اور ان دونوں کی وفات کو مسلمانوں کے لئے ایک سخت دینی اور قومی صدمہ سمجھتے تھے۔ ماسوا اس کے حضرت علی ؓ نے اپنی عمر کی قسم کھا کر اپنے زمانہ حیات کو اپنے اس بیان پر گواہ ٹھہرایا ہے۔ یعنی یہ بتایا ہے کہ میرے زمانہ حیات کو دیکھو جو گواہ ہے کہ میں ان کا تابع اور خیرخواہ رہا ہوں۔ میں نے ان کے خلاف کبھی بغاوت نہیں کی بلکہ انہیں اہم امور میں ہمیشہ مشورہ دیتا رہا ہوں اور ان کا خیرخواہ رہا ہوں۔ پس میری زندگی کا ان سے جو طرزعمل رہا ہے وہ گواہ ہے کہ میرے نزدیک ان دونوں کا مرتبہ اسلام میں بہت ہی بڑا ہے۔ پس اس حلفیہ بیان سے ظاہر ہے کہ خود حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی خلافت کے قائل تھے اور انہیں غاصبِ خلافت خیال نہیں کرتے تھے۔ لہذا آج کل کے شیعوں کا یہ خیال کہ یہ دونوں غاصب خلافت تھے حضرت علی ؓ کے اس بیان کے صریح خلاف ہے۔

حضرت علیؓ نے حضرت ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما سے بغاوت کیوں نہ کی؟

پس حضرت علی رضی اللہ عنہ کا حضرت ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما کی یہ شان بیان کرنا اس بات کا قطعی اور حتمی ثبوت ہے کہ وہ ان دونوں کی خلافت کے قائل تھے۔ یہی امر منارالہدیٰ کے خطبہ سے اس سے قبل ثابت کیا جاچکا ہے۔ اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت ابوبکرؓ کو خلافت کا حقدار نہ سمجھتے تو ضرور ان کے خلاف علم بغاوت بلند کرتے۔ جیسا کہ حضرت امام حسین علیہ السلام نے یزید کی بیعت نہ کی اور اس سے جہاد کرکے اپنی جان تک قربان کردی۔ مگر باطل کے سامنے دبنے کے لئے تیار نہ ہوئے۔ جس شیر خدا کا بیٹا ایسا شیر نر ثابت ہوا وہ باپ کس شان کا جری ہوسکتا ہے؟

حضرت ابوبکر ؓ جب خلیفہ مقرر ہوگئے تو ابوسفیان نے حضرت علی ؓ کو ان کے خلاف علم بغاوت بلند کرنے کے لئے اکسانا چاہا۔ اس وقت حضرت علی ؓ نے ابوسفیان کو جو جواب دیا وہ حضرت علی ؓ کے دامن کو خلافت کے طمع سے بالکل پاک ثابت کرتا ہے اور واضح کرتا ہے کہ وہ حضرت ابوبکرؓ کو خلافت کا اہل سمجھتے تھے۔ چنانچہ شرح نہج البلاغہ میں ابن ابی الحدید شیعی ایک روایت لائے ہیں۔

روی محمد بن عبدالعزیز قال جاء ابوسفیان الیٰ علی فقال غلبکم علیٰ ھذاالامر اذل بیت فی قریش اماواللّٰہ ان شئت لا ملأنھا علیٰ ابی فضیل خیلاً ورجلاً فقال طالما غششت الاسلام واھلہٗ فما ضررتھم شیئاً لاحاجة لنا الیٰ خیلک ورجلک لولا ان رأینا ابابکرٍ لھا اھلاً کما ترکناہُ۔

(شرح نہج البلاغہ جلد اوّل صفحہ 74)

محمد بن عبدالعزیز سے روایت ہے کہ ابوسفیان حضرت علی ؓ کے پاس آیا اور کہا کہ اس امر (خلافت) میں تم پر قریش کا ایک ذلیل ترین گھرانہ غالب آگیا

ہے۔ خدا کی قسم اگر آپ چاہیں تو مَیں ابی فضیل (یہ حضرت ابوبکرؓ کی پرانی کنیت تھی۔ ناقل) کے خلاف اس کے گھر کو سواروں اور پیادوں سے بھردوں۔ اس پر حضرت علیؓ نے ابوسفیان کو جواب دیا کہ ایک لمبے عرصہ تک تو نے اسلام اور مسلمانوں کو دھوکا دیا ہے اور انہیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکا۔ ہمیں تمہارے سواروں اور پیادوں کی کوئی حاجت نہیں۔ اگر ہم نے ابوبکرؓ کو امر (خلافت) کا اہل نہ پایا ہوتا تو ہم اسے اس کے موجودہ حال پر نہ رہنے دیتے۔ یعنی اس کا خوب مقابلہ کرتے۔"

حضرت علیؓ کس طرح چوتھے خلیفہ بنے؟

حضرت علیؓ کا دامن خلافت کے متعلق حرص وطمع سے ہمیشہ پاک رہا ہے چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے شہید ہوجانے پر جب حضرت علیؓ کو مسلمانوں نے خلیفہ مقرر کرنا چاہا اور ان پر زور دیا کہ وہ بیعت لینے کے لئے ہاتھ بڑھائیں تو ان کا اس وقت کا بیان بھی اس بات کا قوی ثبوت ہے کہ انہیں خلافت کی کوئی طمع نہ تھی بلکہ وہ مسلمانوں کا امیر بننے کی بجائے وزیر بننے کو ترجیح دیتے تھے۔ چنانچہ اس موقعہ پر آپ فرماتے ہیں:۔

دعونی والتمسواغیری فانّا مستقبلون امرالہ' وجوہ والوان لاتقدم لہ القلوب ولا تثبت علیہ المعقول وان الافاق قد اغامت والمحجۃُ قد تنکرت واعلموا ان اجبتکم رکبت بکم ماعلم ولم اصغ الیٰ قول القائل وعتب العاتب وان ترکتمونی وانا کاحدکم ولعلی اسمعکم واطوعکم لھن ولیتموہ امرکم فانا لکم وزیراً خیراً لکم منی امیراً۔

(نہج البلاغہ صفحہ58-59 مطبوعہ طہران)

کہ مجھے چھوڑ دو اور خلافت کے لئے میرے سوا کوئی اور آدمی تلاش کرو۔ کیونکہ ہمیں ایسے امور پیش آنے والے ہیں جن کے مختلف پہلو اور رنگ ہوں گے جس کے مقابلہ میں نہ دل قائم رہ سکیں گے نہ عقلیں ثابت رہ سکیں گی۔ زمانہ پر ایک (ظلمتوں کا) بادل چھایا ہوا ہے۔ اور (مشکلات سے نکلنے کی) راہ مشتبہ ہوگئی ہے۔ یہ جان لو کہ اگر میں تمہاری بات قبول کرلوں (یعنی تمہارا خلیفہ ہونا قبول کرلوں) تو میں تمہیں ایسی باتیں اختیار کرنے کے لئے کہوں گا جنہیں میں درست سمجھتا ہوں۔ اس وقت میں کسی کی بات پر کان نہیں دھروں گا۔ اور نہ کسی کی ناراضگی کی پرواہ کروں گا۔ اگر تم مجھے چھوڑ دو تو میں تمہاری طرح ایک فرد امت ہوں اور شاید میں تم سے بڑھ کر اُس شخص کی اطاعت کروں اور اس کی باتیں مانوں جس کو تم اپنے امور کا والی بناؤ اور میرا تمہارے لئے وزیر ہونا تمہارا امیر ہونے سے بہتر ہے۔"

حضرت علیؓ کا یہ بے لوث اور آپ کو حرص و طمع سے خالی ثابت کرنے والا بیان از حد قابل تعریف اور آپ کی دانائی، اصابت رائے اور حق گوئی کا ایک واضح اور روشن ثبوت ہے۔ اگر آپ کا یہ دعویٰ ہوتا کہ میں سب لوگوں سے بڑھ کر خلافت کا اہل ہوں۔ یا یہ کہ میرے متعلق آنحضرت ﷺ نے خلافت کی وصیت کی ہوئی ہے۔ یا یہ کہ مَیں خلافت میں آپؐ کا بطور وارث حقدار ہوں تو آپ یہ کبھی نہ فرماتے کہ کوئی اور آدمی تلاش کرلو اور مجھے چھوڑ دو۔ اور وہ شخص جس کو تم والی مقرر کرو گے مَیں تم سے بڑھ اس کی اطاعت کروں گا اور میرے لئے تمہارا وزیر ہونا تمہارا امیر ہونے سے بہتر ہے۔ اگر آپ اپنے تئیں خلافت یا رسول اللہ ﷺ کا وصی یا وارث یا دوسروں سے اپنے تئیں زیادہ حقدار سمجھتے تو اس وقت مسلمانوں کو کبھی یہ مشورہ نہ دیتے کہ تمہارے لئے میرا وزیر ہونا امیر ہونے سے بہتر ہے۔ بلکہ وہ فوراً بیعت لینے کے لئے ہاتھ بڑھاتے اور یہ اعلان کرتے کہ آخر حق بہ حق دار رسید۔

اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حق میں آنحضرت ﷺ نے خلافت بلافصل کی وصیت کی ہوتی تو ایسی وصیت کی موجودگی میں وہ کس طرح اس وصیت نبویؐ کے خلاف مسلمانوں کا وزیر بننے کو امیر بننے پر ترجیح دے سکتے تھے۔ اس صورت میں تو آپ کا یہ فقرہ آنحضرت ﷺ کی وصیت کی صریح ناقدردانی اور ہتک کا موجب ہے۔ جس کے مرتکب حضرت علیؓ نہیں ہوسکتے۔

نہج البلاغہ میں حضرت علیؓ کا ایک بیان بھی جو آپ نے خلیفہ ہوجانے کے بعد دیا اس سلسلہ میں نہایت قابل قدر ہے۔ فرماتے ہیں:۔

واللّٰہ ماکانت لی فی الخلافۃِ رغبۃٌ ولا فی الولایۃ اِربَۃٌ ولٰکنکم دعوتمونی الیھا وحملتمونی علیھا۔

(نہج البلاغہ صفحہ 169)

خدا کی قسم! مجھے خلافت کی کوئی رغبت نہ تھی اور نہ ولایت کی کوئی حاجت تھی۔ لیکن تم لوگوں نے مجھے اس کی دعوت دی اور اس ذمہ داری کا بوجھ میرے سپرد کردیا۔"

حضرت علیؓ کا خدا کی قسم کھا کر یہ بے لوث بیان دینا اس بات کی قطعی شہادت ہے کہ آپ نے اپنے دل کی بات کہی ہے۔ اب اگر آپ کو یہ علم ہوتا کہ میرے متعلق تو آنحضرت ﷺ نے خلافت بلافصل کی وصیت کی ہوئی ہے تو آپ کبھی خلافت و ولایت سے ایسی بے رغبتی کا بیان نہ دیتے۔ کیونکہ ایسا کرنا وصیت کی ناقدردانی ہوتا جس کے آپ مرتکب نہیں ہوسکتے تھے۔ آپ کے اس بیان کو جو آپ نے دیا ہے تقیہ پر بھی محمول قرار نہیں دیا جاسکتا۔ کیونکہ آپ نے یہ بیان قسم کھا کر دیا ہے۔ اور یہ بیان ذوالوجوہ بھی نہیں کہ اسے کوئی اور معنے بھی دیئے جاسکتے ہوں۔ اس وقت تقیہ کی آپ کو کوئی حاجت بھی نہ تھی کیونکہ آپ کو کسی قسم کا ڈر نہ تھا۔ بلکہ اس وقت تو لوگ بڑے ذوق وشوق کے ساتھ آپ کو خلافت سپرد کرچکے تھے اور آپ کے سوا کسی اور شخص کو خلیفہ تسلیم کرنے پر راضی نہ ہوئے تھے۔ چنانچہ جس رنگ میں اور جس ذوق وشوق سے آپ کی بیعت ہوئی اس کا نقشہ حضرت علیؓ خود یوں کھینچتے ہیں:۔

بسطتم یدی فکففتھاو مددتموھا فقبضتھا ثم تدأ کأکا تم علی تداک الابل الھیم علیٰ حیا ضھا یوم ورودھا حتی انقطعت النعل وسقطت الرداء وطیٔ الضعیف وبلغ من سروالناس ببیعتھم ایای ان ابتھج بھا الصغیر وھدج الیھا الکبیر وتحامل نحوھا العلیل وحسرت الیھا الکعاب۔

(نہج البلاغہ صفحہ 183)

کہ تم نے میرا ہاتھ (بیعت کے لئے) پھیلایا تو میں نے اسے روک لیا۔ تم نے اسے لمبا کیا تو میں نے اسے پیچھے کرلیا۔ پھر تم مجھ پر (بیعت کے لئے) اس طرح ٹوٹ پڑے جس طرح پیاسے اونٹ حوضوں پر وارد ہونے کے دن ٹوٹ پڑتے ہیں۔ یہاں تک کہ جوتے (تسمے) ٹوٹ گئے اور چادریں گر گئیں اور کمزور پامال کئے گئے۔ اور میری بیعت کے لئے لوگوں کی خوشی اس حد تک بڑھ گئی کہ چھوٹے بھی اس پر خوش تھے اور بڑی عمر کے لڑکھڑاتے (بیعت کے لئے) چلے آرہے تھے اور بیمار بھی دوسروں کے سہارے وہاں پہنچے اور ایسی بھیڑ ہوئی کہ ٹخنے سے ٹخنہ ٹکراتا تھا۔"

پس جب لوگوں کے آپ کی بیعت کے لئے ذوق وشوق کا یہ عالم تھا تو حضرت علیؓ کے خلیفہ ہوجانے کے بعد ان کے اس قسمیہ بیان کو تقیہ پر کیسے محمول کیا جاسکتا ہے۔ اگر ایسے زمانہ میں بھی آپ تقیہ کے لئے مجبور تھے تو پھر دین ظاہر کرنے کا موقعہ آپ کو کب میسر آسکتا تھا؟

بات دراصل یہ ہے کہ تقیہ سے متعلق روایات تو دراصل ہماری تحقیق میں آئمہ اہل بیت پر افتراء ہیں اور یہ سب بعد کی ساختہ روایات ہیں ورنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا عمل دونوں تقیہ کے صریح خلاف ہیں۔

حضرت امام حسینؓ کا عمل تو تقیہ کے خلاف آفتاب نصف النہار کی طرح چمک رہا ہے۔ اور اس پر کوئی گرد نہیں ڈالی جاسکتی۔ کیونکہ آپ نے یزید کی حکومت کے خلاف خروج کیا اور اپنی جان دیدی مگر تقیہ پر عمل نہ کیا۔ اگر تقیہ آپ کے نزدیک دین ہوتا تو وہ اپنی جان کو اس طرح خطرہ میں نہ ڈالتے اور یزید کی بیعت کرلیتے تا دین بھی قائم رہے اور جان بھی بچ جائے۔

اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول اس بارہ میں یہ ہے کہ آپ فرماتے ہیں:۔

"لا ینفع عبداً وان اجھد نفسہٗ واخلص فعلہٗ ان یخرج من الدنیا لا قیاً ربہ لخصلۃ من ھذہ الخصال لم یتب عنھا ان یشرک باللّٰہ فیما افترض علیہ من عبادتہٖ اویشفی غیظہ بھلاک نفسہٖ اویقر بامر فعلہ غیرہ اویستنجح حاجۃ الی الناس باظھار بدعۃ فی دینہٖ اویلقیٰ الناس بوجھین اوریمشی فیھم بلسانین۔

(نہج البلاغہ صفحہ 101)

ترجمہ:۔ ایک مجاہد اور مخلص بندے کو یہ بات نفع نہیں دے سکتی کہ جب وہ دنیا کو چھوڑ کر اپنے رب کو ملنے جائے تو اس میں ان خصلتوں میں سے کوئی خصلت موجود ہو جن سے اس نے توبہ نہ کی ہو (1) فرض عبادتوں میں شرک باللہ کیا۔ (2) غصے سے اپنے تئیں ہلاک کر دیا ہو۔ (3) غیر کے فعل کا اقرار کرلیا ہو۔ (4) یا دین میں بدعت کے ذریعہ لوگوں کی حاجت روائی کی ہو۔ (5) یا لوگوں کو دو چہروں کے ساتھ ملا ہو اور ان میں دو زبانوں کے ساتھ معاملہ کیا ہو۔"

پانچویں بات تقیہ کے ردّ میں فرمائی گئی ہے جس میں انسان کو دو چہروں کے ساتھ ملنا پڑتا ہے۔ اور دو زبانوں سے دوسروں سے معاملہ کرنا پڑتا ہے۔ آخر تقیہ یہی ہے کہ ایک عقیدہ یا بات کا کسی خوف کے ماتحت دوسرے کے سامنے انکار کیا جائے اور صرف علیحدگی میں اپنے ہم خیالوں کے سامنے اس کا اعتراف کیا جائے۔ یا مصلحتِ وقتی کے پیش نظر دوسرے کو ایک غلط جواب دیدیا جائے حالانکہ اپنا نفس جانتا ہو کہ میں اس شخص سے غلط بیانی کر رہا ہوں۔

پس حضرت علیؓ نے جو یہ بیان قسم کھا کر دیا ہے اسے ایسے وقت تقیہ پر محمول قرار نہیں دیا جاسکتا۔ جبکہ آپ خود خلیفہ ہو کر یہ بیان دے رہے تھے۔ اس کے تو یہ معنے ہوں گے کہ معاذ اللہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دل میں کچھ اور تھا اور زبان سے بلاوجہ اس کے خلاف بیان دے رہے تھے۔ ہمارا ایمان واعتقاد تو ان کے متعلق یہی ہے کہ وہ اپنی اس پانچویں نصیحت پر ہمیشہ اپنی زندگی میں عامل رہے ہیں۔ اور انہوں نے کبھی پہلی خلافتوں میں بھی ایسا معاملہ نہیں کیا کہ ان کے دل میں کچھ اور ہو اور منہ سے انہوں نے اپنے دل کے خلاف بات کا اظہار کیا ہو۔ ان کا ظاہر وباطن ایک تھا۔ دو چہرے اور دو زبانیں رکھنے والے انسان نہ تھے۔ ایسا خیال ان کے متعلق رکھنا ان کی صریح ہتک کے مترادف ہے۔

پس حضرت علیؓ کے وہ تمام بیانات اور اقوال جو اس مضمون میں درج کئے گئے ہیں ان کو تقیہ پر محمول کرنا حضرت علیؓ کی صریح ہتک ہے اور انہیں ذووجہین اور دو زبانوں سے معاملہ کرنے والے قرار دینے کے مترادف ہے۔ حضرت علیؓ تو فرماتے ہیں کہ جو شخص ایسے معاملہ سے توبہ نہ کرے اور اس خصلت کو نہ چھوڑے اس کا اخلاص اور اس کے مجاہدات بھی خدا تعالیٰ کی ملاقات کے وقت اسے کوئی نفع نہیں دے سکتے۔ تو خود ناصح بن کر حضرت علی کرم اللہ وجہہ جیسے جانباز اور مخلص دیندار صحابی کس طرح مصلحت کی خاطر قسم کھا کر غلط بیانی کے لئے تیار ہوسکتے تھے۔

بالآخر اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اے خدا میں نے یہ مضمون شیعہ احباب کی ہمدردی اور خیر خواہی کے جذبہ کے ماتحت لکھا ہے تو انہیں خالی الذہن ہو کر ایک محقق اور غیر متعصب انسان کی طرح ٹھنڈے دل سے اسے پڑھنے کی توفیق عطا فرمادے۔ اللّٰھم اٰمین۔

واٰخردعوٰنا ان الحمدللّٰہ رب العالمین

(بشکریہ: ماہنامہ الفرقان۔ جولائی 1958ء)

watch MTA live
audio and video broadcast
Weekly sermons in Urdu / English
Questions & Answers and much much more
Now you can buy Ahmadiyya Islamic Books, Audio / Video on line using Master Card or Visa
Visit our official website
www.alislam.org

خطبہ جمعہ

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی نسل میں جس عظیم رسول کے مبعوث ہونے کی دعا کی تھی اس میں خصوصیت سے اس کے لئے چار چیزیں اللہ تعالیٰ سے مانگی تھیں۔

سب سے پہلی بات یَتْلُوْا عَلَیْھِمْ اٰیٰتِکَ کے ضمن میں لفظ آیۃ کے مختلف معانی کے حوالہ سے پُر معارف تشریحات اور اس دعا کی قبولیت کا رُوح پرور بیان۔

اللہ تعالیٰ کی معرفت کے دروازوں کے کھلنے کے لئے مجاہدہ کی ضرورت ہے اور وہ مجاہدہ اس طریق پر ہو جس طرح کہ اللہ تعالیٰ نے بتایا ہے۔ اس کے لئے آنحضرت ﷺ کا نمونہ اور اسوہ حسنہ ہے۔

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز– فرمودہ 21 ردسمبر 2007ء بمطابق 21 رفتح 1386 ہجری شمسی بمقام مسجد بیت الفتوح، لندن (برطانیہ)

(خطبہ جمعہ کا یہ متن ادارہ الفضل اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے)

أَشْھَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیکَ لَہٗ وَأَشْھَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَ رَسُوْلُہٗ

أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ- بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ۔ اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ مٰلِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَ اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ۔

اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ۔ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ غَیْرِالْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ وَلَاالضَّآلِّیْنَ ۔

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِیْھِمْ رَسُوْلًا مِّنْھُمْ یَتْلُوْا عَلَیْھِمْ اٰیٰتِکَ وَیُعَلِّمُھُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَۃَ وَیُزَکِّیْھِمْ۔ اِنَّکَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ (البقرۃ:130)

اس کا ترجمہ ہے کہ اور اے ہمارے ربّ! تو اُن میں انہی میں سے ایک عظیم رسول مبعوث کر جو ان پر تیری آیات کی تلاوت کرے اور انہیں کتاب کی تعلیم دے اور (اس کی) حکمت بھی سکھائے اور ان کا تزکیہ کردے۔ یقیناً تو ہی کامل غلبے والا اور حکمت والا ہے۔

یہ آیت جو مَیں نے تلاوت کی ہے، کل عید کے خطبہ پر بھی حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعا کے ضمن میں مَیں نے پڑھی تھی۔ لیکن صرف اتنا ذکر ہوا تھا کہ ایک عظیم رسول کے دنیا میں آنے کی دعا حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اللہ تعالیٰ کے حضور نہایت عاجزی سے کی۔ اور اللہ تعالیٰ نے وہ عظیم رسول آنحضرت ﷺ کی صورت میں مبعوث فرمایا جس کی زندگی اور موت، قربانیاں اور عبادتیں مکمل طور پر اللہ تعالیٰ کے لئے ہوگئی تھیں۔ وہ اللہ تعالیٰ کا بندہ جو انسان کامل کہلایا جو رسول بھی تھا اور جس کے مقام کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ افضل الرسل بھی ہے اور خاتم النبیّین بھی ہے۔

کل عید کے حوالے سے مَیں نے صرف قربانی کا ذکر کیا تھا کہ آپؐ نے قربانی کے بھی اعلیٰ معیار قائم کئے اور اپنے صحابہ میں بھی وہ روح پھونکی جس نے اپنی جان کو خدا کی امانت سمجھتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹانے کی کوشش کی اور کسی بھی قسم کی قربانی سے کبھی دریغ نہیں کیا۔ لیکن اس آیت میں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جو دعا کی تھی وہ چار باتوں کی تھی کہ میری نسل میں سے آنے والا نبی ان باتوں میں وہ معیار قائم کرے جو نہ پہلوں نے کبھی قائم کئے ہوں اور نہ بعد میں آنے والے اس تک پہنچ سکیں۔ یعنی پہلوں میں تو اس لئے یہ اعلیٰ معیار قائم نہیں ہو سکتے کہ انسانی ذہن اور روحانیت کے معیار ابھی اس معراج تک نہیں پہنچ سکے تھے جن تک اللہ تعالیٰ نے انسانی ارتقاء کے ساتھ اسے پہنچانا تھا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی فراست اور یقیناً الہام سے بھی نظر آ رہا تھا کہ انسان کی ذہنی علمی اور روحانی ترقی بہت دور تک جانی ہے اور ایک زمانہ آئے گا جب یہ منازل حاصل ہوں گی۔ تو آپؑ نے یہ دعا کی کہ اے میرے خدا جب تیری تقدیر کے تحت وہ زمانہ آئے جب روحانی، علمی اور ذہنی جلا اور ترقی کا زمانہ ہو تو اے میرے خدا! اُس وقت روحانی ترقیات کے حصول کے لئے جو نبی تُو مبعوث فرمائے، انسان کو نئے علوم سے متعارف کرانے اور اپنی ہستی کے ثبوت کے لئے دلائل سے پُر تعلیم تُو جس نبی پر اتارے، کائنات کے اسرار و رموز جس نبی کے ذریعہ سے ظاہر فرمائے، وہ رسول، وہ آخری شرعی کتاب کو لانے والا رسول اے خدا! میری دعا ہے کہ وہ میری نسل میں سے ہو اور بنی اسماعیل کی نسل میں سے ہو اور اس کے لئے آپ نے چار چیزیں اللہ تعالیٰ سے اس عظیم رسول کے لئے مانگیں۔

پہلی بات آپؑ نے یہ عرض کی کہ یَتْلُوْا عَلَیْھِمْ اٰیٰتِکَ جو اُن پر تیری آیات تلاوت کرے۔ دوسری بات یہ کہ وَیُعَلِّمُھُمُ الْکِتٰبَ انہیں کتاب کی تعلیم دے۔ تیسری بات یہ کہ کتاب کی تعلیم کے ساتھ حکمت سکھانے والا بھی ہو اور پھر چوتھی بات یہ کہ جن لوگوں میں مبعوث ہو اور جو قیامت تک پیدا ہونے والے ہیں ان سب کا تزکیہ بھی ہمیشہ کرنے والا ہو اور ایسی تعلیم ہو جس کے ذریعہ سے ہمیشہ تزکیہ ہوتا چلا جائے۔ اور آخر میں یہ دعا کی کہ اے خدا! تُو اَلْعَزِیْزُ ہے، کامل غلبہ والا ہے اور اَلْحَکِیْمُ ہے، بڑی حکمت والا ہے۔ تیری جیسی عزیز ہستی ہی ایسا کامل انسان پیدا کرسکتی ہے اور تجھ جیسی حکیم ہستی ہی اُس نبی کو وہ حکمت عطا کرسکتی ہے جس سے وہ یہ تمام امور سرانجام دے سکے۔

پس حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ دعا کی کہ میری اس قربانی اور میری بیوی اور بیٹے کی اس قربانی کو ہم تبھی تیری درگاہ میں قبول سمجھیں گے جب یہ تمام خصوصیات رکھنے والا سب نبیوں سے افضل اور تیرا پیارا ہماری نسل میں سے ہو اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے ہو۔ جس طرح تُو نے یہ احسان کیا ہے کہ خانہ کعبہ کی نشاندہی کرکے اس کی تعمیر ہم سے کرائی ہے تاکہ اس جگہ کو مرجع خلائق بنادے، لوگوں کے آنے کی جگہ بنادے۔ اسی طرح یہ بھی ہماری دعا قبول فرما کہ تیرے علم کے مطابق جو عظیم رسول مبعوث ہونا ہے جس نے آکر آئندہ نسل انسانی کو اپنے کمال کے نمونے دکھانے ہیں وہ ہماری نسل میں سے ہو۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ اس سورۃ بقرہ میں جس میں اس آیت کا بیان ہوا ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا تھی، اسی میں آگے جاکے فرماتا ہے کہ ابراہیم نے دعا کی تھی اس رسول کیلئے جو عظیم رسول اور عظیم شریعت لانے والا رسول ہے، مَیں نے وہ دعا قبول کرلی اور تم میں وہ رسول بھیج دیا۔ جیسا کہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کَمَآ اَرْسَلْنَا فِیْکُمْ رَسُوْلًا مِّنْکُمْ یَتْلُوْا عَلَیْکُمْ اٰیٰتِنَا وَیُزَکِّیْکُمْ وَیُعَلِّمُکُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَۃَ وَیُعَلِّمُکُمْ مَّا لَمْ تَکُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ (البقرۃ:152)۔

اور پھر قرآن کریم میں سورۂ جمعہ میں اس بات کا دوبارہ ذکر کیا ہے۔ فرمایا ھُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْھُمْ یَتْلُوْا عَلَیْھِمْ اٰیٰتِہٖ وَیُزَکِّیْھِمْ وَیُعَلِّمُھُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَۃَ۔ وَاِنْ کَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ (الجمعۃ:3)

پہلی آیت کا ترجمہ یہ ہے کہ جیسا کہ ہم نے تمہارے اندر تمہی میں سے رسول بھیجا ہے جو تم پر

ہماری آیات پڑھ کر سناتا ہے اور تمہیں پاک کرتا ہے اور تمہیں کتاب اور اس کی حکمت سکھاتا ہے اور تمہیں ان باتوں کی تعلیم دیتا ہے جن کا تمہیں پہلے علم نہ تھا۔

اور پھر دوسری آیت میں فرمایا (وہی چیز دوبارہ) کہ وہی ہے جس نے اُمّی لوگوں میں انہیں میں سے ایک عظیم رسول مبعوث کیا وہ ان پر اس کی آیات کی تلاوت کرتا ہے، انہیں پاک کرتا ہے انہیں کتاب کی اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے جبکہ اس سے پہلے وہ یقیناً کھلی کھلی گمراہی میں مبتلا تھے۔

لیکن ان دونوں آیات میں اور پہلی آیت میں جو حضرت ابراہیمؑ کی دعا تھی ایک بظاہر معمولی ترتیب کا فرق ہے جو نظر آتا ہے۔ لیکن یہ فرق کیونکہ اللہ تعالیٰ کی ذات حکیم ہے اس نے خاص حکمت سے رکھا ہے گویا قرآن کریم کا ہر ہر لفظ اور نہ صرف لفظ بلکہ اس کی ترتیب بھی اپنے اندر حکمت لئے ہوئے ہے۔ قرآن کریم پر اعتراض کرنے والے اعتراض کرتے ہیں کہ اس کی ترتیب نہیں ہے جبکہ اصل بات یہ ہے کہ ان لوگوں کو قرآن کریم کی آیات پر غور کرنے کی صلاحیت ہی نہیں ہے اور جب تک دل پاک نہ ہوں یہ صلاحیت پیدا بھی نہیں ہوسکتی۔ یہ فرق جو حضرت ابراہیمؑ کی دعا میں ہے وہ یہ ہے کہ حضرت ابراہیمؑ نے پہلی چیز جو مانگی تھی وہ یہ تھی کہ جو تیری آیات تلاوت کرے دوسری بات انہیں تعلیم دے۔ تیسری بات اپنی حکمت دے۔ اور چوتھی بات یہ کہ ان کا تزکیہ کرے۔ تو یہ دعا کی ترتیب ہے جو حضرت ابراہیمؑ نے مانگی۔ اور جب اللہ تعالیٰ اگلی آیتوں میں قبولیت دعا کی بات کرتا ہے تو فرماتا ہے کہ مَیں نے یہ رسول مبعوث کر دیا جو تمہیں یہ باتیں سکھاتا ہے اس ترتیب میں اگلی باتوں میں ایک فرق ہے۔ پہلی بات یہ کہ آیات پڑھ کر سناتا ہے۔ یہ الفاظ ترتیب کے لحاظ سے جو دعا کے الفاظ تھے ان کے مطابق ہیں۔ دوسری بات یہاں یہ لکھی کہ تمہیں پاک کرتا ہے، تمہارا تزکیہ کرتا ہے۔ دعا میں یہ تزکیہ کے الفاظ سب سے آخر میں تھے۔ کتاب سکھانے اور حکمت سکھانے کی ترتیب آگے دونوں وہی ہیں جو پہلی دعا میں تھیں۔ تو بہرحال یہ جو ترتیب میں فرق ہے اس میں بھی ایک حکمت ہے جو بعد میں انشاءاللہ بیان کروں گا۔

اس وقت پہلے میں اس بات کو لیتا ہوں جو حضرت ابراہیمؑ نے دعا کی تھی اور خاص طور پر چار امور کی جو استدعا اللہ تعالیٰ کے حضور اس عظیم رسول کے لئے کی تھی۔ ان چار باتوں کا مطلب کیا ہے۔ آیات کیا چیز ہیں؟ کتاب کیا ہے؟ حکمت کیا ہے؟ اور تزکیہ کیا ہے؟

سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ دعا مانگی تھی کہ یَتْلُوْا عَلَیْھِمْ اٰیٰتِکَ یعنی وہ تیری آیات انہیں پڑھ کر سنائے۔ تو آیات کے مختلف معانی اہل لغت اور تفسیر نے کئے ہیں۔ اس کے معنی نشان کے بھی ہیں۔ اس کے معنی معجزات کے بھی ہیں۔ آیت کے معنی ایسی عبرت کی بات کے بھی ہیں جو دوسروں کے لئے نصیحت کا باعث بنے۔ پھر آیت کے معنی وہ بھی ہیں کہ ہر چیز جس سے دوسری چھپی ہوئی چیز کا پتہ لگے یہ بھی آیت کہلاتی ہے۔ آیت کے معنی ٹکڑوں کے بھی ہیں۔ جیسے قرآن کریم کی آیات ہیں۔ غرض اس کے بہت سے معانی ہیں۔ تو اس کا یہاں مطلب یہ ہوگا کہ وہ تعلیم جو اس پاک نبی پر اترے، اس کو لوگوں کو سنائے اور اس میں جن نشانات اور معجزات کا ذکر ہو وہ بتا کر لوگوں کے ایمانوں کو تازہ کرے اور ایسے دلائل لوگوں کے سامنے پیش کرے جن سے ان کا تعلق اللہ تعالیٰ سے پیدا ہو۔ اُن لوگوں کا ان دلائل کو سن کر اللہ تعالیٰ سے ایک تعلق پیدا ہو جائے۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کی تفسیر بڑی تفصیل سے بیان فرمائی ہے، اس پر روشنی ڈالی ہے اور بڑے لطیف نکات پیش فرمائے ہیں جن سے میں استفادہ کر کے خلاصۃً پیش کر رہا ہوں۔

جیسا کہ مَیں نے بتایا تھا، ہم نے آیت کے معنی میں دیکھا ہے کہ اس کے معنی ٹکڑے کے بھی ہیں تو یَتْلُوْا عَلَیْھِمْ اٰیٰتِکَ میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ جو تعلیم آنحضرتؐ پر اترے گی وہ ایک وقت میں نہیں اترے گی بلکہ ٹکڑوں میں اترے گی۔ تو اس بارے میں جو دعا کی گئی تھی کہ یَتْلُوْا عَلَیْھِمْ اٰیٰتِکَ اور پھر اس کی قبولیت کے تعلق میں خدا تعالیٰ نے بتا دیا کہ اس تعلیم کا اترنا پہلے دن سے ہی ٹکڑوں کی صورت میں تھا۔ یہی اللہ تعالیٰ کی اس میں حکمت تھی اور یہ فیصلہ تھا۔ اس لئے یہی دعا اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ سے کروائی اور اس کو قبول فرمایا تا کہ اس کو بھی ایک نشان بنا دے۔ قرآن کریم کے اس طرح ٹکڑوں میں اترنے کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے خاص نشان کے طور پر پیش فرمایا ہے جبکہ دشمن اس پہ اعتراض کرتا ہے کہ ٹکڑوں میں کیوں اتری ہے۔ قرآن کریم دشمن کے اس اعتراض کو یوں پیش فرماتا ہے کہ لَوْ لَا نُزِّلَ عَلَیْهِ الْقُرْاٰنُ جُمْلَةً وَّاحِدَةً (الفرقان:33) یعنی اس پر سارے کا سارا قرآن ایک ہی دفعہ کیوں نہیں اترا۔ دشمن کو تو یہ اعتراض نظر آ رہا ہے۔ لیکن مومن کو دعا کی قبولیت کا نشان نظر آ رہا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ 23 سال کے عرصہ پر پھیل کر قرآن کریم کا اترنا قرآن کریم کی سچائی کی بھی دلیل ہے اور آنحضرتؐ کی سچائی کی بھی دلیل ہے کہ ایسے ایسے سخت حالات آئے، سخت جنگیں ہوئیں یہاں تک کہ خود آنحضرتؐ کی ذات مبارک کو بھی نقصان پہنچانے کی کوشش کی گئی۔ ایک یہودیہ نے زہر دینے کی کوشش کی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو فوراً بتا دیا اور آپؐ نے منہ سے لقمہ نکال دیا اور زہر کا اثر نہیں ہوا لیکن بہرحال اس کی تکلیف آپؐ کو آخر تک رہی۔ پھر جنگ اُحد میں آپؐ کو بڑے گہرے زخم آئے۔ جنگوں میں آپ کو بڑی تکالیف پہنچیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے جب تک قرآن کریم کو مکمل طور پر نازل نہیں کر دیا دین کامل ہونے اور نعمت تمام ہونے کا اعلان نہیں فرما دیا آپؐ کی ذات پر کوئی حملہ جان لیوا ثابت نہ ہوسکا۔ آپؐ کی وفات طبعی طور پر ہوئی۔

پس یہ آیات کا ٹکڑوں میں اترنا بھی جہاں حضرت ابراہیمؑ کی دعا کی قبولیت ہے وہاں اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس عظیم رسول پر ایک عظیم تعلیم کے اترنے کا بھی نشان ہے اور یہی اس تعلیم کی خوبصورتی بھی ہے۔ اس کے ٹکڑوں میں اترنے کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ اس وقت کا انسان ابھی اس قابل نہیں تھا کہ ایک دم میں اس تعلیم کو سمجھ سکتا بلکہ بہت سی باتیں بعض صحابہؓ کو بھی سمجھ نہیں آتی تھیں۔ لیکن دوسرے نشانات اور معجزات دیکھ چکے تھے اس لئے ایمان کامل تھا۔ یا ان کی سمجھ اتنی تھی جتنا ان کا علم اس زمانے میں تھا۔ بعض زیادہ پڑھے لکھے نہیں بھی تھے لیکن ان کا ایمان کامل تھا ان نشانات کو دیکھ چکے تھے۔

یاد آیا حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایمان کامل ہونے کے ضمن میں بیان کرتے ہیں کہ غالباً حضرت منشی ظفر احمد صاحب کا واقعہ ہے۔ اُن کو کسی نے مولوی محمد حسین بٹالوی صاحب کے بارے میں کہا تھا یا ثناء اللہ صاحب کے بارہ میں۔ بہرحال ان دونوں میں سے کسی ایک کے بارے میں کہ کبھی ان کی مجلسوں میں بیٹھ کر ان کے اعتراضات سنے ہیں جو مرزا صاحب پر کرتے ہیں اور جو تقریر کرتے ہیں اور جو وہ دلیلیں پیش کرتے ہیں۔ تو انہوں نے کہا میں نے سنے تو نہیں لیکن وہ کبھی مَیں سن لیتا ہوں۔ اس کے بعد انہوں نے کہا میرا ایمان تو اور بھی مضبوط ہوگا ان اعتراضات نے مجھے کیا کرنا ہے۔ مَیں نے تو وہ چہرہ دیکھا ہوا ہے جس نے میرے ایمان کو کامل کیا ہوا ہے۔ تو ان لوگوں کا علم تھا یا نہیں چہرہ دیکھ کے بھی ایمان کامل تھا۔

بہرحال بہت ساری باتیں سمجھ نہ آنے کے باوجود ان کا ایمان کامل تھا اور اس زمانے میں علم بھی نہیں تھا۔ اللہ تعالیٰ نے تو مستقبل کی پیشگوئیاں قرآن کریم میں بیان فرمائی ہوئی ہیں۔ آج انسانی ذہن کی ترقی اور سائنسی ترقی نے انسان کو ان آیات کو سمجھنے کی نئی سوچیں بھی عطا فرمائی ہیں۔ مثلاً ڈاکٹر عبدالسلام صاحب مرحوم فرمایا کرتے تھے کہ اپنے ہر تجربہ کی بنا میں قرآن کریم کی آیات پر رکھتا ہوں۔ تو بہرحال یہ نشانات تھے جو آنحضرتؐ کے ذریعہ ہم پر ظاہر ہوئے اور اس زمانے میں بھی جب آنحضرتؐ پر آیات نازل ہوئی تھیں تو آپ کے ماننے والوں کو ان ٹکڑوں کو سمجھنے اور ان پر عمل کرنے میں آسانی ہوتی تھی۔ ایک یہ بھی مقصد ٹکڑوں میں نازل ہونے کا تھا۔

آیت کے معانی مخفی چیزوں کی علامت بنا کر ظاہر کرنا بھی ہے۔ پس آنحضرتؐ نے اس تعلیم کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کو جو دنیا دار کو نظر نہیں آتا، ایسے نشانات، معجزات اور علامات بتا کر جو اللہ تعالیٰ نے آپؐ پر اتاری، ان آیات کی وجہ سے خدا تعالیٰ کے وجود سے لوگوں کو روشناس کروایا۔ اللہ تعالیٰ کی ہستی لوگوں پر ظاہر فرمائی جس کو لوگ بھول چکے تھے۔ ہر مذہب اور قوم ظاہری یا مخفی شرک میں مبتلا تھی اور ظَھَرَ الْفَسَادُ فِی الْبَرِّ وَالْبَحْرِ (الروم:42) یعنی خشکی اور تری میں لوگوں میں کاموں کی وجہ سے فساد پڑا ہوا تھا۔ اور وہ کام کیا تھے؟ یہی کہ خدا کو دنیا بھول بیٹھی تھی۔ بظاہر مذہب کا لبادہ اوڑھنے والے بھی خدا کو بھلا بیٹھے تھے اور ظاہری شرک نے بھی انتہا کی ہوئی تھی۔ آج کل بھی یہی حالات ہیں۔ ان حالات کا بھی ذکر مَیں بعد میں کسی وقت آئندہ خطبوں میں کروں گا۔ تو آپؐ پر جو آیات اتریں ان کے ذریعہ سے ان لوگوں کو جو آپؐ کی پیروی کرنے والے تھے خدا تعالیٰ کی ذات کا ادراک پیدا ہوا۔ ان کو اس ہستی پر یقین کامل ہوا کہ زمین و آسمان کو پیدا کرنے والا کوئی خدا ہے۔ ہر چیز کی پیدائش کے پیچھے کسی ہستی کا ہاتھ ہے جو خدا کی ذات ہے۔ تو آپ نے یہ ادراک پیدا فرمایا کہ اس کو پہچانو اور اس کو پہچاننے کی یہ علامات ہیں۔

حضرت ابراہیمؑ کو یقیناً اللہ تعالیٰ نے یہ نظارہ دکھا دیا ہوگا۔ تبھی انہوں نے یہ دعا کی تھی کہ جب وہ وقت آئے تو جس طرح مَیں نے شرک کے خلاف اعلان جنگ کیا ہے اور تیری توحید کو قائم کرنے کی

Earlsfield Properties

We will manage your property at 0% commission

Guaranteed rate schemes for 3 & 5 years

Free management Service

Guaranteed vacant possession

175 Merton Road London SW18 5EF

Tel: 020-8265-6000 or 020 8877 - 0762 Fax: 020 8874 9754

کوشش کی ہے اے خدا! جب وہ زمانہ آئے جو میرے وقت سے بھی زیادہ خطرناک اور توحید کو بھلانے والا زمانہ ہے اور اُس وقت دنیا پر تو اپنی ہستی اور اپنے وجود سے دنیا کو آگاہ کرنے کے لئے رسول بھیجیو تو اے خدا! وہ رسول میری نسل میں سے ہو۔ وہ دنیا کو وہ علامتیں بتائے جن کے ذریعہ تیری پہچان دنیا کو ہو۔ ایسے دلائل بتائے جن کو مان کر دنیا تیری تلاش کرے اور تو ان کو نظر آ جائے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ مجھے وہی دیکھ سکتے ہیں جو مجھے تلاش کرتے ہیں جیسا کہ فرمایا وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا (العنکبوت:70) اور وہ لوگ جو ہم سے ملنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ہم ان کو ضرور اپنے راستوں کی طرف آنے کی توفیق بخشیں گے۔ پس ملنے کے راستے دکھانے والے اور اللہ تعالیٰ کی ذات کی علامتیں بتانے والے یہی عظیم رسول ہیں جن کا نام محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ ﷺ ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں: ”اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں صاف فرمایا ہے وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا (العنکبوت:70) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی معرفت کے دروازوں کے کھلنے کے لئے مجاہدہ کی ضرورت ہے اور وہ مجاہدہ اسی طریق پر ہو جس طرح کہ اللہ تعالیٰ نے بتایا ہے۔ اس کے لئے آنحضرت ﷺ کا نمونہ اور اُسوہ حسنہ ہے۔ بہت سے لوگ آنحضرت ﷺ کے اسوہ حسنہ کو چھوڑ دیتے ہیں اور پھر سبز پوش یا گیروے پوش فقیروں کی خدمت میں جاتے ہیں کہ پھونک مار کر کچھ بنا دیں۔ یہ بیہودہ بات ہے۔ ایسے لوگ جو شرعی امور کی پابندیاں نہیں کرتے اور ایسے بیہودہ دعوے کرتے ہیں وہ خطرناک گناہ کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے بھی اپنے مراتب کو بڑھانا چاہتے ہیں“۔

(ملفوظات جلد چہارم صفحہ 240 جدید ایڈیشن)

پس نشان دکھانا اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کے سپرد فرمایا ہے۔ آپؐ نے ہمیں ان آیات کے مطابق جو اللہ تعالیٰ نے آپؐ پر اتاریں یہ بتا دیا کہ اللہ تعالیٰ کو دیکھنے کے لئے اس کی راہ میں کوشش اور جہاد ضروری ہے۔ پس یہ نشانی بتا دی۔ اب کوشش کرنا تمہارا کام ہے۔ علامات بتا دیں، دلائل دے دیئے کہ خدا ہے اور ہونا چاہئے۔ دنیا کو پیدا کرنے والا ہے، زمین و آسمان کو پیدا کرنے والا ہے لیکن اس تک پہنچنے کے لئے تمہاری کوشش ضروری ہے۔

پس اللہ تعالیٰ پیروں فقیروں کے ذریعہ سے نہیں ملتا۔ اللہ تعالیٰ تو آنحضرت ﷺ کے بتائے ہوئے اور اللہ تعالیٰ کے آپ کو بتائے ہوئے جو طریق ہیں ان پر عمل کرنے اور چلنے سے ملتا ہے۔ اور پھر اگر خدا تعالیٰ کی علامتوں کا پتہ کرنا ہے تو پھر معجزات ہیں جو آنحضرت ﷺ نے دکھائے۔ وہ معجزے بھی، اعجازی نشان بھی سب سے زیادہ آنحضرت ﷺ نے ہی دکھائے ہیں۔ پیروں فقیروں کے اعجازی نشان زیادہ نہیں ہو سکتے۔ اُن اعجازی نشانوں کو چھوڑ کر جو آنحضرت ﷺ نے دکھائے یہ جو نام نہاد فقیروں کے معجزات ہیں، پیروں فقیروں کے معجزات کے نام پر جو دھوکے ہیں ان کو خدا سے ملنے کا ذریعہ نہیں سمجھنا چاہئے۔ یہ خود اپنے نفس پر بھی ایک بہت بڑا دھوکہ ہے۔ آنحضرت ﷺ کے نشانات کا ان سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ پس اللہ اس تک خود پہنچتا ہے جو ان علامات کے مطابق جو آنحضرت ﷺ نے بتائیں اسے تلاش کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ اُس طریق کے مطابق تلاش کرتا ہے جو آنحضرت ﷺ نے اپنی آیات میں بیان کئے ہیں۔ پس اس کے مطابق ہمیں چاہئے کہ ہم اللہ تعالیٰ کو تلاش کریں۔

پھر مفردات جو لغت کی ایک کتاب ہے اس میں وَمَا نُرْسِلُ بِالْاٰيٰتِ اِلَّا تَخْوِيْفًا (بنی اسرائیل:60) یعنی ہم تو صرف خوف دلانے کے لئے آیات بھیجتے ہیں، سے مراد انہوں نے آیت کے ایک معنے عذاب بھی کئے ہیں جو مختلف شکلوں میں آتا ہے اور پہلے انبیاء کے وقت بھی آتا رہا ہے۔ ان سب کا اللہ تعالیٰ نے آیات کے رنگ میں ذکر کیا ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی اس حوالے سے آیت کے یہ معنی لئے ہیں اور یہ نکتہ بیان کیا ہے کہ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ سے یہ استنباط بھی ہو سکتا ہے کہ وہ اپنی قوم کے خلاف عذاب کی خبریں دے گا۔ اور آپ ﷺ کا زمانہ کیونکہ قیامت تک ممتد ہے اس لئے قرآن کریم میں جو پرانے انبیاء کے واقعات بیان کئے گئے ہیں یہ تنبیہ ہے تمام دنیا کو بھی اور آپؐ کے ماننے والوں کو بھی کہ ان واقعات سے عبرت حاصل کرو۔ پس آج بھی ان آیات کی جو آپ نے بیان کیں، جو آپ پڑھا کرتے تھے، جو اللہ تعالیٰ نے آپؐ پر اتاریں اسی طرح یہ وضاحت پوری ہو رہی ہے کہ عذاب انہیں پر آتے ہیں یا آنے ہیں جو خدا کی خدائی پر ہاتھ ڈالنے والے ہیں، یا ہاتھ ڈالنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ظلم و ستم میں حد سے زیادہ بڑھ جاتے ہیں۔ صرف نبی کو نہ ماننا عذاب کا باعث نہیں بنتا۔ گو کہ یہ بھی بڑی بدقسمتی ہے لیکن اللہ تعالیٰ اس پر اتنا ناراض نہیں ہوتا۔ لیکن جب انتہا سے زیادہ فتنہ و فساد اور ظلم بڑھ جاتا ہے تب اللہ تعالیٰ کی پکڑ آتی ہے۔ بدقسمتی سے مسلمان جو سب سے پہلے قرآن کریم کے مخاطب ہیں وہ بھی اس کو بھول رہے ہیں اور اپنی حدوں سے تجاوز کر جاتے ہیں۔ اور ان آیات سے سبق نہیں لیتے جو قرآن کریم میں بیان ہوئی ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں بھی عقل دے اور تمام دنیا کو بھی اور ہمیں بھی ان آیات کا صحیح فہم و ادراک عطا فرمائے جو اللہ تعالیٰ کے رسول نے ہمیں عطا کیا ہے تاکہ ہم صحیح طور پر اس کی ذات کا فہم و ادراک حاصل کرنے والے ہوں اور اس کے آگے جھکنے والے ہوں۔ باقی جو خصوصیات ہیں وہ مَیں انشاء اللہ آئندہ بیان کروں گا۔

نیروبی (کینیا۔ مشرقی افریقہ) میں
الرقیم پریس (کینیا) کے افتتاح کی بابرکت تقریب

(رپورٹ: فہیم احمد لکھن۔ مبلغ سلسلہ کینیا)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کے دورہ کینیا 2005ء کے ثمرات جماعت احمدیہ کینیا اب تک سمیٹ رہی ہے اور ایک کے بعد دوسرا مبارک پھل گود میں گرتا ہے۔ اسی سلسلہ کی ایک کڑی کینیا میں احمدیہ پریس کا قیام ہے۔ حضور انور ایدہ اللہ نے اپنے دورہ کے دوران جماعتی ضروریات کو دیکھتے ہوئے ازراہ شفقت کینیا میں پریس لگانے کا ارشاد فرمایا۔ اس پر کام تو اسی وقت شروع کر دیا گیا تھا۔ مشینوں کا حصول، عمارت کی تعمیر، سرکاری اجازت ناموں کے حصول پر کام ہوتا رہا۔ بالآخر 25 نومبر 2007ء کو محض اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس پریس کی افتتاحی تقریب کا انعقاد ہوا۔ حضور انور نے ازراہ شفقت اس پریس کا نام ”الرقیم پریس“ عطا فرمایا ہے۔ پریس کی تعمیر کے لئے نیروبی مشن ہاؤس سے ملحقہ پلاٹ کا انتخاب کیا گیا اور پریس کی ضروریات کو مدنظر رکھتے ہوئے ایک خوبصورت عمارت تعمیر کی گئی۔

افتتاحی تقریب میں مہمان خصوصی مرکزی نمائندہ مکرم ملک مظفر احمد صاحب انچارج الرقیم پریس لندن تھے۔ آپ نے یادگاری تختی کی نقاب کشائی فرمائی اور دعا کروائی۔ مکرم ملک صاحب نے اپنے خطاب میں جماعت کینیا کو پریس کی تکمیل پر مبارکباد پیش کی اور اس پریس سے بھرپور فائدہ اٹھانے کی طرف توجہ دلائی۔

اس موقعہ پر پریس میں چھاپی گئی نماز با ترجمہ، دینی معلومات اور دیگر جماعتی کتب کے نمونے بھی نمائش کے لئے رکھے گئے۔ اور کینیا جماعت کے علمی، تعلیمی و تربیتی رسالے کا پہلا شمارہ بھی شائع کر کے احباب میں تقسیم کیا گیا۔ اس موقع پر 150 سے زائد احباب شامل ہوئے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اس پریس کو جماعت کے لئے اور خاص طور پر کینیا کے لئے بابرکت فرمائے۔ آمین۔

ہیومینٹی فرسٹ لائبیریا کے تحت
فری میڈیکل کیمپ کا بابرکت انعقاد

(رپورٹ: محمد احسان احمد۔ سیکرٹری ہیومینٹی فرسٹ لائبیریا)

اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہیومینٹی فرسٹ کو لائبیریا جیسے پسماندہ ملک میں دُکھی انسانیت کی خدمت کی توفیق مل رہی ہے۔ چنانچہ 29 نومبر بروز جمعرات بومی کاؤنٹی کے ایک گاؤں Leyahn Town میں ہیومینٹی فرسٹ لائبیریا کے زیر انتظام فری میڈیکل کیمپ لگایا گیا۔

کیمپ کے انعقاد سے ایک ہفتہ قبل علاقہ بھر کے لوگوں کو مطلع کر دیا گیا تھا۔ 29 تاریخ کو صبح سویرے ہی سے لوگ آنا شروع ہو گئے جن کی رجسٹریشن کا پہلے سے انتظام کر لیا گیا تھا اور چند خدام اس ڈیوٹی پر متعین تھے۔

تقریباً گیارہ بجے ڈاکٹر عبدالعلیم صاحب منروویا سے اور ڈاکٹر طاہر احمد صاحب ٹب مین برگ سے اپنی ٹیم کے ساتھ پہنچ گئے۔ اس موقع پر مکرم نائب امیر صاحب نے مختصر الفاظ میں ہیومینٹی فرسٹ کا تعارف کروایا اور بتایا کہ آج فری میڈیکل کیمپ لگایا جا رہا ہے۔

ڈاکٹر عبدالحلیم صاحب چیئرمین ہیومینٹی فرسٹ لائبیریا نے اجتماعی دعا کروائی جس کے بعد دونوں ڈاکٹروں نے مریضوں کا معائنہ شروع کر دیا۔ مریضوں میں زیادہ تعداد بچوں، عورتوں اور بوڑھے لوگوں کی تھی۔ وقفے وقفے سے بارش ہوتی رہی لیکن اس کے باوجود لوگ صبر و سکون سے اپنی باری کا انتظار کرتے رہے۔ شام ساڑھے پانچ بجے تک ڈاکٹر حضرات بغیر کسی وقفہ کے مریضوں کو دیکھتے رہے۔ اس دوران انہوں نے چار صد سے زائد مریضوں کا معائنہ کیا۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر عطا فرمائے۔

علاقہ کے لوگوں نے اس کیمپ کے انعقاد پر دلی خوشی کا اظہار کیا۔ ریڈیو اخبارات میں اس کیمپ کا مؤثر پیرائے میں ذکر کیا۔

اللہ تعالیٰ ہیومینٹی فرسٹ کو خدمت خلق کے کاموں میں ہمیشہ آگے بڑھاتا چلا جائے۔ آمین

جماعت احمدیہ ناروے کے

25ویں جلسہ سالانہ کا بابرکت انعقاد

(رپورٹ۔ شاھد احمد ڈار افسر جلسہ سالانہ ناروے)

جماعت احمدیہ ناروے کا 25واں جلسہ سالانہ مورخہ 28,27/اکتوبر 2007ء بروز ہفتہ اتوار منعقد ہوا۔ امسال جلسہ سالانہ ناروے کے لئے بیت النور سے تقریباً 63 کلومیٹر کے فاصلہ پر نارتھ کی طرف Letohallen کرایہ پر لیا گیا اور احباب جماعت کو ٹرانسپورٹیشن کی سہولت مہیا کی گئی۔ حضرت امیرالمومنین نے ازراہِ شفقت مکرم ومحترم نعمت اللہ بشارت صاحب امیر جماعت احمدیہ ڈنمارک کو بطور نمائندہ بھجوایا۔

شعبہ رجسٹریشن کے تحت احباب کا جلسہ گاہ میں داخلہ کارڈ کے ذریعہ ہوا۔

27/اکتوبر کو 11 بجے پرچم کشائی کی تقریب منعقد ہوئی۔

جلسہ کی کارروائی کا باقاعدہ آغاز تلاوت کریم سے ہوا۔ تلاوت ونظم کے بعد Ullensaker Kommune کے میئر Mr. Harald نے اپنے خیرسگالی جذبات کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ وہ جلسہ میں شرکت کے لئے دعوت نامہ کے نہایت مشکور ہیں۔ اِس کے بعد امیر صاحب ناروے مکرم زرتشت منیر احمد خان صاحب نے افتتاحی تقریر کرتے ہوئے گزشتہ جلسوں میں جگہ کے حصول کا مسئلہ اور پھر ناکافی جگہ کے متعلق بیان کیا اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الہام وَسِّع مَکَانَکَ کا حوالہ دیا۔

پہلے دن کی دوسری تقریر مکرم آغا یحییٰ خان صاحب مبلغ سلسلہ احمدیہ سویڈن نے ''آنحضرت ﷺ کے آدابِ معاشرت وسیرت'' کے موضوع پر کی۔ آپ نے مغربی معاشرہ کے تقابل میں اسلامی معاشرہ کی مثال پیش کرتے ہوئے بتایا کہ اسلام میں والدین، عزیز واقارب کے حقوق مُعین کئے گئے ہیں جس سے ایک حسین وجمیل گھر کا خاکہ سامنے نظر آتا ہے۔ آپ نے اولاد اور والدین کے لئے مسنون دعائیں بھی پڑھ کر سنائیں۔

اس تقریر کے بعد ان مرحومین کے لئے دعا کی گئی جو سال کے دوران ہم سے بچھڑ گئے۔ مکرم چوہدری شاہد محمود کاہلوں مبلغ سلسلہ نے نام پڑھ کر سنائے۔

نمازوں اور کھانے کے وقفہ کے بعد تین بجے سہ پہر اجلاس دوم زیرِصدارت مکرم آغا یحییٰ خان صاحب مربی سلسلہ سویڈن ہوا۔ اجلاس کا آغاز بھی تلاوت قرآن کریم سے ہوا۔ تلاوت ونظم کے بعد نارویجن مہمانانِ کرام کا تعارف اور اُن کے تأثرات کا پروگرام ہوا۔

1- سیاستدان خاتون Sissel Kjøs کا میونسپلٹی Nes، سے تعلق تھا انہوں نے دعوت کا شکریہ ادا کیا اور جماعت کے متعلق اچھے تاثرات کا اظہار فرمایا۔

2- Ola Elastuen بائیں پارٹی کے سیاستدان نے اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ میرے علم میں ہے جماعت احمدیہ کے لئے پاکستان میں کافی مشکلات ہیں اور یہ ان کے علم میں ہے کہ جماعت احمدیہ پاکستان میں ووٹ کا حق بھی نہیں رکھتی۔ اس سلسلہ میں وہ اپنی پارٹی کے ذریعہ اس سوال کو نارویجن پارلیمنٹ میں اٹھائیں گے۔

مکرم محمد جمیل صاحب آف ڈنمارک نے جماعت احمدیہ ڈنمارک کے قیام اور ڈینش احمدیوں کا تذکرہ کرتے ہوئے اس کی قدرے تفصیل سے تاریخ بیان کی۔ اوائل کے مربیان مکرم سیّد کمال یوسف صاحب، مکرم سیّد جواد علی شاہ صاحب، مکرم محمد زکریا صاحب ودیگر کا ذکرِ خیر بھی فرمایا۔ عبدالسلام میڈسن مرحوم کا ڈینش ترجمہ قرآن کریم ڈینش زبان میں کارہائے نمایاں میں سے ایک ہے۔

اجلاس دوئم کی پہلی تقریر مکرم سیّد کمال یوسف صاحب سابق امیر ومشنری انچارج بلاد سکینڈے نیویا نے کی۔ آپ کی تقریر کا موضوع ''اسلام اور دہشت گردی'' تھا۔ آپ نے آغاز کے طور پر فرمایا کہ آج کی دنیا میں دہشت گردی بہت بڑا مسئلہ بنا کر اچھالا جارہا ہے لیکن آنحضرتؐ نے نہ صرف انسانوں بلکہ جانوروں اور پرندوں تک کو بلاجواز مارنے سے سختی سے منع فرمایا۔ لہذا آپ نے چھوٹوں اور بڑوں کے حقوق کو واضح طور پر معین کرکے بتادیا تاکہ انسانی حقوق سے عہدہ برآ ہونے کے لئے کوئی مشکلات پیش نہ ہوں۔

نظم کے بعد مکرم شاہد محمود کاہلوں صاحب مبلغ سلسلہ ناروے نے انفاق فی سبیل اللہ پر تقریر کی اور قرآن کریم کے حوالے پیش کئے۔ آپ نے آنحضرتؐ کے ارشادات بھی پڑھ کر سُنائے کہ خدا نے کس طرح اُس کی راہ میں خرچ کرنے والوں کو برکتوں سے نوازا۔ آپ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور خلفائے احمدیت کے حوالہ جات انفاق فی سبیل اللہ کے ضمن میں پیش کئے۔ مقرر موصوف نے صحابہؓ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی انفاق فی سبیل اللہ کی نظیریں پیش کیں۔ آپ نے جماعت احمدیہ ناروے کی مالی قربانیوں کا بھی ذکر کیا جن میں جماعت کے ہر مردوزن، چھوٹے بڑے نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور خدا کے گھر بیت النصر کی تعمیر میں عملی طور پر حصہ لینے کا نمونہ پیش کیا۔

روزِاوّل کے اجلاس کی آخری تقریر مکرم نعمت اللہ بشارت صاحب امیر ومشنری ڈنمارک نمائندہ مرکز نے کی اور نظام وصیت پر اظہار خیال فرمایا۔ آپ نے قرآن کریم اور احادیث نبویہ ﷺ کے حوالے پیش کئے اور سامعین کو بتایا کہ مسیح آخرالزمان جنت کی خوشخبریاں دیں گے اور دجال کے فتنوں سے محفوظ فرمائیں گے آپ نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کا اقتباس پیش فرماتے ہوئے بتایا کہ اس زمانہ میں جہاد کا تصور بدل چکا ہے۔ اموال کی قُربانی لی جائے گی۔ قرآن کریم کی رو سے خداتعالیٰ نے اُن کے نفوس اور اموال خرید لئے ہیں تاکہ اُن کو جنت کی خوش خبری ملے اور جنت کا حصول ایک بہت بڑی کامیابی ہے۔ آپ نے چند موصیان اور موصیات کی مثالیں پیش کرکے احباب جماعت ناروے کو نظام وصیت میں شامل ہونے کے لئے ترغیب دی۔ آپ نے محترمہ کریم بی بی کی مثال بطور خاص پیش کی جو مالی قربانی کی ایک عظیم الشان مثال ہے۔ مکرم مولانا صاحب نے احباب سے پُرزور اپیل کی کہ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی تحریک نظام وصیت میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیں اور حضور کی طرف سے دیئے گئے اہداف کو جلد از جلد پورا کریں۔

دوسرا دن مورخہ 28/اکتوبر

جلسہ کے دوسرے دن کی کارروائی مکرم محمود احمد شمس صاحب امیر جماعت احمدیہ سویڈن کی صدارت میں شروع ہوئی۔ تلاوت ونظم کے بعد پہلی تقریر مکرم فیصل سہیل صاحب نے ''قیام خلافت اور ہماری ذمہ داریاں'' کے موضوع پر کی۔ آپ نے خلافت راشدہ اور خلافت احمدیہ پر قدرے اختصار سے روشنی ڈالی اور قرآن کریم سے حوالے پیش کئے۔

''برکات درود شریف'' کے موضوع پر مکرم محمود احمد شمس صاحب نے اپنی تقریر میں بیان کیا کہ آپ ﷺ کی ذات کے بنی نوع انسان پر بے شمار احسان ہیں۔ اس احسان عظیم کے شکرانے کے طور پر کثرت سے آپؐ کی ذات پر درود بھیجنا ہمارا ایمان اور عبادات کا لازمی جزو ہونا چاہیئے۔ جب اس کائنات کے خالق ومالک نے آپؐ پر درود بھیجا ہے تو ہم پر فرض ٹھہرتا ہے کہ ہم بھی اسی کی اقتداء کریں۔ آپ نے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی محبت اور عشق رسول کے واقعات بیان کئے اور حضور کا منظوم کلام بھی پیش کیا۔

تاریخ احمدیت سویڈن کے متعلق مکرم نثار یوسف صاحب نے بیان کرتے ہوئے بتایا کہ 1975 کا وہ دن تاریخ ساز دن تھا جب حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے سرزمین سویڈن پر اپنا قدم رکھا اور جب حضور نے مسجد ناصر کا افتتاح فرمایا تو اخباروں نے شہ سرخیوں سے شائع کیا کہ سویڈن گوتھن برگ میں خدا کا پہلے گھر کا افتتاح ہوا۔

مکرم نثار یوسف صاحب نے مبلغین سلسلہ و امراء مکرم سید کمال یوسف صاحب، مکرم حامد کریم صاحب، مکرم منیرالدین احمد صاحب، مکرم عبدالمجید عامر صاحب، مکرم زکریا خان صاحب اور احسان چیمہ صاحب کا تذکرہ کیا۔ پہلا سکینڈے نیوین جلسہ گوتھن برگ میں منعقد ہوا اور مجلس شوریٰ کا انعقاد حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے 1982ء میں فرمایا۔ اور بعدازاں آپ متعدد بار سویڈن میں تشریف لائے اور آپ کا دورہ اخبارات کی زینت بنا۔ ممبران پارلیمنٹ کے ساتھ آپ کے ذاتی روابط بھی قائم ہوئے جو آپ کی آفاقی شخصیت کے بہت معتقد تھے۔

اس اجلاس کی آخری تقریر مکرم زرتشت منیر احمد خان صاحب کی تھی جس کا موضوع تربیت اولاد تھا۔ مغربی معاشرہ میں رہتے ہوئے یہ ایک اہم فریضہ ہے جو والدین کے ذمہ ہے اور دجالی فتنوں کے فریب اور ہیرپھیر سے جو ہمارے بچوں کو مسحور کرتے ہیں والدین کو چاہئے کہ تڑپ تڑپ کر تربیت اولاد کے لئے دعا کرنا اپنے اوپر فرض کرلیں۔ آپ نے فرمایا کہ ہمارے بچے سکولوں سے متاثر ہو رہے ہیں اور مسلمان ہونے کے ناطے قدرے احساس کمتری کا شکار بھی ہو رہے ہیں۔ مکرم امیر صاحب نے بدعادات جو بچوں میں دوسروں کو دیکھ کر پڑتی ہیں کے متعلق نشاندہی کرتے ہوئے والدین کو ہدایت کی کہ آنکھیں کھولیں اور ان کے دیرسویر سے آنے کو محسوس کریں۔ آپ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ارشادات اور خلفائے احمدیت کے بعض اقتباسات بیان فرمائے جس سے بچوں کے دلوں میں خدائے واحد کی محبت اور نماز کی پابندی قائم کی جاسکتی ہے۔

اختتامی اجلاس کی صدارت مکرم نعمت اللہ صاحب بشارت امیر ڈنمارک نے فرمائی۔ اس اجلاس میں تلاوت ونظم کے بعد بعض نارویجین مہمانوں نے اپنے تاثرات پیش کئے۔ جس کے بعد مکرم بولستاد صاحب نے ہستی باری تعالیٰ کے سلسلہ میں تقریر کی۔

مکرم نعمت اللہ بشارت صاحب نے عبودیت موضوع پر خطاب فرمایا کہ نماز باجماعت کا قائم کرنا اولین فرض ہے۔ لہذا اپنے بچوں کو نماز کی تلقین کرتے رہنا اور اپنے عمل سے ثابت کرنا ہوگا کہ خدائے واحد کی عبادت کس قدر ضروری ہے۔ آپ نے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے طریق عبادت اور دعا کی کئی مثالیں پیش کیں۔

مستورات کا جلسہ

اتوار کے روز لجنہ اماء اللہ نے اپنا الگ جلسہ بھی منعقد کیا۔ جس میں ''شادی بیاہ کی بدرسومات'' اور ''پردہ کی اہمیت وضرورت'' کے موضوعات پر تقاریر ہوئیں۔

لجنہ اماء اللہ میں بہترین کام کرنے والے حلقہ جات اول دوم اور سوئم آنے والی جماعتوں کو انعام دئے گئے۔ اور رمضان المبارک میں جن بچیوں نے قرآن کریم کا ایک دور مکمل کیا انہیں انعام دیا گیا۔

اللہ تعالیٰ یہ جلسہ جماعت ناروے کے لئے بابرکت کرے۔ آمین

خریداران الفضل انٹرنیشنل سے گزارش

الفضل انٹرنیشنل کے ہر خریدار کو ایک AFC نمبر دیا جاتا ہے جو آپ کے ایڈریس لیبل کے ساتھ درج ہوتا ہے۔ یہ آپ کا خریداری نمبر ہے۔ براہ کرم یہ نمبر محفوظ رکھیں اور دفتر سے خط وکتابت اور رابطہ کے وقت اس نمبر کا حوالہ ضرور دیں۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء (مینیجر)

مسئلہ فلسطین کے سلسلہ میں

سر محمد ظفر اللہ خان پر اعتراضات کا جواب

(راجا نصراللہ خان۔ ربوہ)

''اردو ٹائمز'' لندن کی 31؍مئی 2007ء کی اشاعت صفحہ 10 پر پروفیسر مشتاق خان کیانی کا ایک جوابی مضمون ''پاک اسرائیل دوستی کی ضرورت'' شائع ہوا ہے جس میں مضمون نگار نے مسئلہ فلسطین کے سلسلہ میں بحث کرتے ہوئے سر محمد ظفراللہ خان پر بھی شدید تنقید کرتے ہوئے ان کو اپنے اعتراضات کا نشانہ بنایا ہے جن کی تائید یا وضاحت میں کوئی ایک بھی حوالہ یا ثبوت پیش نہیں کیا گیا۔ حتّٰی کہ اپنے مضمون کے کالم نمبر2 میں ''اس تاریخی حوالے'' کے الفاظ لکھنے کے باوجود پروفیسر مشتاق خان موصوف نے کسی کتاب وغیرہ کا کوئی ذکر یا حوالہ پیش نہیں کیا اور زورِ بیان میں سر محمد ظفراللہ خان پر حد درجہ ظالمانہ اور غیر منصفانہ اتہامات لگاتے چلے گئے ہیں حتی کہ انہوں نے پاکستان کے اس عظیم سپوت اور قائداعظم کے معتمد ساتھی سر ظفراللہ خان کے لئے ''ایک کٹر قسم کا صیہونی Zionist'' جیسے شرمناک الفاظ استعمال کرنے سے بھی گریز نہیں کیا اور جیسا کہ ہم نے عرض کیا ہے کہ مضمون نگار کیانی صاحب نے یہ سارا مضمون بغیر کسی ثبوت اور حوالے کے سپردِ قلم کیا ہے۔ گویا سر محمد ظفراللہ خان کے خلاف ان کی یہ تحریر سراسر بے جا اور غیر مدلّل خیالات کا پلندہ اور بے سروپا اور بے سند اور بے بنیاد الفاظ کا گورکھ دھندہ ہے جبکہ ہم اس کے مقابل پر جو بات اور دلیل پیش کریں گے وہ انشاء اللہ متوازن اور مستند و باحوالہ ہوگی۔

سر ظفراللہ خان کو کس نے رئیس الوفد برائے اقوام متحدہ اور وزیر خارجہ مقرر کیا؟

کاش انصاف کا خون کرنے والے متذکرہ صاحب مضمون سر محمد ظفراللہ خاں کو ''صیہونیت کے قائل بلکہ حامی اور ایک فعال کارکن'' قرار دینے سے پہلے اتنا تو سوچ لیتے کہ کیا وہ معاذ اللہ بانی پاکستان قائداعظم محمد علی جناح سے زیادہ باشعور اور باخبر ہیں کہ قائداعظم کو تو ان باتوں کا علم نہ ہوسکا اور انہوں نے سر محمد ظفراللہ خان کو اقوام متحدہ میں پہلے پاکستانی وفد کا قائد مقرر کر کے بھجوایا جہاں فلسطین کا مسئلہ بھی درپیش تھا اور پھر سر ظفراللہ خان کی عمدہ کارکردگی سے متاثر ہو کر انہیں پاکستان کا پہلا وزیر خارجہ بھی قائداعظم نے خود مقرر فرمایا۔ کیا قائداعظم خدانخواستہ بغیر حقائق کے جانے اور سر ظفراللہ خان کو پرکھے بغیر ان کو ایسے اعلیٰ منصب پر سرفراز کر سکتے تھے؟ اگر کیانی صاحب کو معلوم نہیں کہ سر محمد ظفراللہ خان کو وزیر خارجہ پاکستان جیسی اہم ذمہ داری کس نے سونپی تھی تو ہم انہیں ماضی قریب کا ایک حوالہ بتائے دیتے ہیں اور یہ حوالہ پاکستان کے معروف اخبار روزنامہ ''نوائے وقت'' نے اپنے 18 ستمبر 2004ء کے اداریہ میں تحریر کیا ہے۔ ذرا غور سے یہ الفاظ پڑھئے:

''بانیٔ پاکستان قائداعظم محمد علی جناح نے سر ظفراللہ خان کو پاکستان کی پہلی کابینہ میں وزیر خارجہ مقرر کیا تھا۔'' (اداریہ نوائے وقت مورخہ 18-09-2004)

مضمون میں 1945ء سے پہلے اور بعد کا ذکر

کیانی صاحب اپنے متذکرہ مضمون کے پہلے کالم کے دوسرے پیرے میں ''مرحوم سر ظفراللہ خان جیسے تجربہ کار اور قانون دان'' کے الفاظ تحریر کر کے ذرا آگے لکھتے ہیں۔ ''1945ء تک سر ظفراللہ خان تقسیم فلسطین اور عرب سرزمین پر ایک یہودی مملکت کے قیام کے خلاف تھے''۔

فلسطین کے سلسلہ میں سر محمد ظفراللہ خان کی کاوشوں سے متعلق کچھ ضروری وضاحت ہم سر ظفراللہ خان کی خود نوشت ''تحدیث نعمت'' سے بھی پیش کر دیتے ہیں تاکہ قارئین کرام کی معلومات میں مفید اضافہ ہو جائے:

سر محمد ظفراللہ خان اپنی کتاب تحدیث نعمت کے صفحہ 485 پر اہل فلسطین کے لئے اپنے دلی خلوص اور درد کا ذکر کرتے ہیں:

''فلسطین کے مسئلہ سے مجھے شروع سے دلچسپی رہی ہے۔ پہلی عالمی جنگ کے دوران حکومت برطانیہ نے عربوں سے وعدہ کیا تھا کہ اگر عرب ممالک ترکی کے خلاف اتحادیوں کا ساتھ دیں تو اتحادیوں کی فتح ہونے پر تمام عرب ممالک کو آزادی حاصل ہو جائے گی البتہ دمشق، حمص اور حلب کے مغربی جانب کے علاقے کے لئے ممکن ہے کسی خاص نظام کی ضرورت پیش آئے کیونکہ اس علاقے میں فرانس کی بعض خاص ذمہ داریاں ہیں۔ یہ معاہدہ سر ہنری میکموہن اور شریف حسین کے درمیان ہوا تھا۔ جنگ کے بعد عراق اور فلسطین تو برطانوی نگرانی میں آگئے اور شام اور لبنان فرانسیسی نگرانی میں۔ جب برطانیہ کی طرف سے اعلان بلفور ہوا تو شاہ حسین (موجودہ شاہ اردن کے دادا) نے اس کے خلاف احتجاج کیا کہ برطانیہ نے معاہدے کی خلاف ورزی کی ہے۔......

1934ء تک صیہونیت فلسطین میں اپنے قدم جما چکی تھی اور اس کا اقتدار بڑھتا جا رہا تھا۔ عرب اراضیات بتدریج صیہونی ایجنسی کی ملکیت اور تصرف میں منتقل ہو رہی تھیں۔ ادھر جرمنی پر ہٹلر کا تصرف قائم ہو گیا تھا اور جرمنی کی یہودی آبادی پر سختی شروع ہو گئی تھی جس کے نتیجے میں جرمن یہودی فلسطین میں منتقل ہونا شروع ہو گئے تھے۔ بدیں وجہ صیہونی ایجنسی کی سرگرمیاں فلسطین میں تیز تر ہو رہی تھیں۔ اس سال گرمیوں میں جب مَیں انگلستان گیا تو مَیں نے وزیر ہند سر سموئیل ہور سے اپنے خدشے کا اظہار کرتے ہوئے کہا فلسطین میں صیہونیت کا زور بڑھ رہا ہے اور عربوں کی حالت کمزور ہو رہی ہے۔ اس صورت حالات کی ذمہ داری دراصل حکومت برطانیہ پر عائد ہوتی ہے۔ اس لئے حکومت برطانیہ کو لازم ہے کہ وہ کوئی موثر اصلاحی اقدام کرے۔ مثلاً عرب زرعی اراضیات کا انتقال غیر عرب مشتریان کے حق میں قانوناً روک دیا جائے۔ انہوں نے فرمایا: مجھے تفصیلی حالات کا علم نہیں میں سر فلپ کنلف لسٹر وزیر نوآبادیات سے یہ ذکر کروں گا اور ان سے کہوں گا کہ تمہیں بلا کر تمہارا نقطۂ نظر معلوم کریں اور تمہارے خدشات کے تدارک کے طریق پر غور کریں۔ چنانچہ دو تین دن کے اندر ہی مجھے وزیر نوآبادیات کے سیکریٹری کی طرف سے اطلاع ملی کہ وزیر صاحب نے مجھے یاد فرمایا ہے۔ مَیں ان کی خدمت میں حاضر ہوا تو انہوں نے فرمایا کہ حسن اتفاق سے سر آرتھر وانچوپ ہائی کمشنر فلسطین لندن آئے ہوئے ہیں۔ مَیں نے انہیں بھی بلا لیا ہے تاکہ وہ بھی تمہارے خیالات سے واقف ہو جائیں۔ مَیں نے جو کچھ وزیر ہند کی خدمت میں گزارش کیا تھا وہ کسی قدر تفصیل کے ساتھ دونوں اصحاب کی خدمت میں عرض کر دیا۔ وزیر نوآبادیات نے فرمایا تمہارا یہ کہنا تو درست معلوم ہوتا ہے کہ عرب اراضیات بتدریج یہودیوں کی ملکیت میں جا رہی ہیں لیکن اس کا تدارک تو خود عرب ہی کر سکتے ہیں۔ حکومت اس بارے میں کیا کر سکتی ہے۔ مَیں نے کہا حکومت ایسے انتظامات قانوناً روک سکتی ہے۔ فرمایا یہ تو بڑا غیر معمولی اقدام ہے اور اس سے بڑا شور ہوگا......۔

......اس ملاقات سے مجھے بڑی مایوسی ہوئی میرا احساس تھا کہ سر سیموئیل ہور کے کہنے پر سر فلپ میرے ساتھ ملاقات پر تو رضا مند ہو گئے لیکن عربوں کی مشکلات میں انہیں ان کے ساتھ کوئی ہمدردی نہیں......''۔

(''تحدیث نعمت'' صفحہ485-486)

1945ء اور اس کے بعد کے متعلق مضمون نگار کا نقطہ نظر قطعاً درست نہیں

1945ء کا ذکر کرتے ہوئے کیانی صاحب یکدم سر محمد ظفراللہ خان کے خلاف لکھنا شروع کر دیتے ہیں کہ گویا سر محمد ظفراللہ خان 1945ء اور اس کے بعد اہل فلسطین کے ہمدرد نہیں رہے تھے اور بقول کیانی صاحب ''تقسیم فلسطین کے صیہونی منصوبے کو عملی جامہ پہنانے کے لئے بھرپور کوششیں شروع کیں۔''

(متذکرہ مضمون کالم نمبر2)

حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ سر ظفراللہ خان 1945ء اور اس کے بعد اہل فلسطین اور عربوں کے مفادات کے حق میں اور زیادہ مستعد اور متحرک ہو گئے تھے۔

1945ء میں سر ظفراللہ خان کو انگلستان سے واپسی پر کئی عرب ممالک اور فلسطین کا بھی دورہ کرنے کا موقع ملا اور انہوں نے کئی عرب اور فلسطین زعماء سے ملاقاتیں کیں اور مسئلہ فلسطین کے مختلف پہلوؤں پر بات چیت کی چنانچہ سر محمد ظفراللہ خاں اپنی خودنوشت ''تحدیث نعمت'' میں وضاحت سے تحریر کرتے ہیں۔

''......انگلستان سے واپسی کے سفر میں قاہرہ اور بیروت ہوتے ہوئے میں دمشق گیا۔ اس سفر میں السید محی الدین الحصنی برادر اکبر اخویم مکرم السید منیر الدین الحصنی میرے ہمراہ تھے۔

بیروت میں السید منیر الدین الحسنی بھی مل گئے۔

......میرا قیام السید بدر الدین الحصنی کے مکان پر ہوا۔''

(صفحہ487)

''دمشق سے بیروت کے رستے حیفا گئے۔ السید محی الدین الحصنی اور السید منیر الدین الحصنی ہمسفر تھے۔ حیفا سے اوپر جبل کرمل پر قریہ کبابیر پہنچے۔......کبابیر سے ہم یروشلم گئے۔ ایڈن ہوٹل میں قیام ہوا۔ السید محی الدین الحصنی دو تین عرب زعماء کو مجھ سے ملنے کے لئے ایڈن ہوٹل لائے۔ ان حضرات نے مشورہ دیا کہ مَیں اپنا قیام ولا روزمری (Villa Rosemary) میں جو ایک عرب ہوٹل ہے منتقل کر لوں۔ کہا ایڈن ہوٹل میں آزدی سے بات چیت نہ ہو سکے گی اور ولا روزمری میں ہمارے لوگ بلاتکلف تمہیں مل سکیں گے اور آزادی سے بات چیت کر سکیں گے۔ چنانچہ ولا روزمری میں منتقل ہو گیا۔ تین دن وہاں ٹھہرا۔ اس عرصے میں عرب زعماء سے ملاقاتیں ہوئیں اور مسئلہ فلسطین کے مختلف پہلوؤں کے متعلق عرب نقطۂ نگاہ سے واقفیت ہوئی۔ عرب اداروں کے دیکھنے کا موقع بھی ملا۔ عرب نقطۂ نگاہ کو تفصیلی اور واضح طور پر مسٹر ہنری کیستان نے بیان کیا جو فلسطین کے وکلاء میں بہت ممتاز درجہ رکھتے تھے .... اسرائیلی سرگرمیوں کو دیکھ کر میرا تاثر یہ تھا کہ جس سرعت سے یہ لوگ اپنے پاؤں جما رہے ہیں اس کا نتیجہ عربوں کی پسپائی ہوگا۔ یہودی ایجنسی جو اراضیات عرب مالکان سے خریدتی جا رہی تھی۔ عرب ان اراضیات سے اپنے ہی ہاتھوں مستقل طور پر محروم ہو رہے تھے۔ صنعت و حرفت کے جو شعبے اور ادارے قائم ہو رہے تھے ان سے عربوں کو کوئی ضمنی یا عارضی فائدہ پہنچنا تو ممکن تھا لیکن کسی مستقل فائدے کا کوئی امکان نہ تھا۔ خرید کردہ اراضیات اور صنعتی ادارے سب یہودی مہاجرین کے لئے وقف تھے اور نظر آ رہا تھا کہ رفتہ رفتہ ساری عرب آبادی یہودیوں کی دست نگر ہو جائے گی۔ میں یہ سب کچھ دیکھ کر بہت فکرمند اور دل گرفتہ ہوا۔''

(''تحدیث نعمت'' صفحہ 485 تا 488)

اسرائیلی سرگرمیوں پر سر ظفراللہ خان کی دلی تشویش

''تحدیث نعمت'' کے مندرجہ بالا اقتباسات سے قارئین کرام خود اندازہ لگا سکتے ہیں کہ سر محمد ظفراللہ خان نے 1934ء کی طرح 1945ء میں اور اس کے بعد بھی یہودیوں کی طرف سے فلسطین میں قبضہ اور مخالفانہ سرگرمیوں کا پوری طرح ادراک کیا اور کئی فلسطینی اور عرب زعماء کے ساتھ گفتگو کی اور پوری دردمندی سے اہل فلسطین کی محرومیوں اور مشکلات کو محسوس کیا۔ اس لئے کیانی صاحب کا بغیر کسی ثبوت اور سند کے سراسر غلط بیانی سے کام لیتے ہوئے سر ظفراللہ خان پر یہ اعتراض دھرنا کہ وہ 1945ء اور اس کے بعد کے سالوں میں فلسطینیوں کے مفاد کے خلاف کام کرنے لگے تھے۔ فقط تعصب، بغض اور حقائق سے روگردانی کا نتیجہ ہے۔

سامراج کا آلۂ کار بنانے کے لئے؟؟

کیانی صاحب اس بات پر بھی بہت نالاں اور سیخ پا ہیں کہ سر ظفراللہ خان پاکستان کے پہلے وزیر خارجہ بنائے گئے۔ ان کے بقول ''تاکہ پاکستان ہمیشہ کے لئے سامراج کا آلۂ کار اور حلقہ بگوش غلام بنا رہے۔''

(متذکرہ مضمون کالم نمبر4)

قارئین کرام ہم یہ بات نوائے وقت کے ایک اداریہ کے حوالے سے بیان کر چکے ہیں اور یہ بات ویسے بھی ہر باخبر لکھا پڑھا شخص جانتا ہے کہ خود قائداعظم نے سر ظفراللہ خان کو پاکستان کا پہلا وزیر خارجہ مقرر کیا تھا اس لئے کیانی صاحب اور ان کے قبیل کے جو لوگ سر محمد ظفراللہ خان کو وزیر خارجہ بنائے جانے کے رابطے انگریز یا امریکی سامراج سے ملانے کے خوگر ہیں ان کی

علمیت اور دیانت کی حیثیت صفر سے زیادہ نہیں کیونکہ وہ دراصل یہ اعتراض اور کیچڑ بابائے قوم حضرت قائداعظم پر اچھالنے کی کوشش کرتے ہیں پس قوم کے اس عظیم پاسبان اور نبض شناس قائد کی اصابت فکر، زیرکی، تجربے، مشاہدے اور جانچ پرکھ کے مقابل پر کیانی وغیرہ ایسے معترضین اور الزام تراشوں کی کوڑی کی بھی اہمیت اور حیثیت نہیں۔

اور پھر ان معترضین اور بدخواہوں کی یہ بات کیا حقیقت رکھتی ہے اور اسے کیسے تسلیم کیا جاسکتا ہے کہ قائداعظم اور صاحبزادہ لیاقت علی خان جیسے عظیم قائدین اور مدبرین کی موجودگی اور ان کے خودمختار و صائب فکر و تدبر اور قیادت کے باوصف بقول کیانی صاحب سرمحمد ظفراللہ خان کے ''بنائے ہوئے اصولوں، ترجیحات اور خواہشات پر پاکستانی خارجہ پالیسی کی عمارت کی بنیاد رکھی گئی تھی''۔ (متذکرہ مضمون کالم نمبر2)

قارئین کرام کیا ایسا سوچنا اور پراپیگنڈہ کرنا کیانی صاحب اور ان کے ہم خیالوں کی جانب سے قوم کے عظیم قائدین حضرت قائداعظم اور صاحبزادہ لیاقت علی خان کی کھلم کھلا توہین اور گستاخی نہیں ہے۔ اس کی جتنی بھی مذمت اور افسوس کیا جائے کم ہے۔ یہ ان معترضین اور کج خیالوں کی طرف سے چاند پر تھوکنے کی کوشش ناکام کے سوا اور کیا ہے؟؟

پاکستان کی ابتدائی خارجہ پالیسی کے متعلق ایک ٹھوس اور معتبر حوالہ

چوہدری محمد علی پاکستان کے ایک نیک نام وزیراعظم کے طور پر معروف ہیں۔ وہ پرانے مسلم لیگی اور قائداعظم کے ساتھی تھے۔

چوہدری محمد علی صاحب کی انگریزی زبان میں کتاب: Emergence of Pakistan یعنی ''ظہور پاکستان'' پہلی بار کولمبیا یونیورسٹی پریس سے 1967ء میں شائع ہوئی تھی۔ اس کے صفحہ 380 پر پاکستان کی خارجہ پالیسی کے متعلق ابتدائی اور اصولی موقف اور عملی اقدامات کے متعلق چوہدری محمد علی صاحب تحریر کرتے ہیں؛

''مسلم دنیا کی آزادی، قوت، خوشحالی اور اتحاد کے لئے زبردست جدوجہد کرنا پاکستان کی خارجہ پالیسی کا ایک مستقل مقصد رہا ہے۔ حکومت پاکستان کا ایک اولین اقدام یہ تھا کہ مشرق وسطیٰ کے ممالک میں ایک خیرسگالی وفد بھجوایا گیا۔ پاکستان نے فلسطین میں عربوں کے حقوق کو اپنا مقصد قرار دیا اور اقوام متحدہ میں اس نصب العین کی خاطر پاکستان کے وزیر خارجہ ظفراللہ خان سے بڑھ کر کوئی فصیح ترجمان نہیں تھا۔ پاکستان اسرائیل کو تسلیم نہ کرنے کی پالیسی پر مسلسل گامزن ہے۔ انڈونیشیا، ملایا، سوڈان، لیبیا، تیونس، فرانس، نائیجریا اور الجیریا کی آزادی کی خاطر پوری تگ ودو کی گئی۔

(Emergenence of Pakistan P.380)

پاکستانی وزیر خارجہ بڑے مضبوط کردار کے ماہر قانون تھے

ادارہ جنگ نے اکتوبر 2002ء میں پہلے وزیراعظم پاکستان نوابزادہ لیاقت علی خان کی یاد میں ایک خصوصی مذاکرے کا انتظام کیا، شرکاء میں سے ایک ممتاز رکن جناب شاہد امین تھے جن کا تعارف ادارہ ''جنگ'' نے ''سابق سفارتکار، تجزیہ نگار اور خارجہ امور کے ماہر'' کے الفاظ میں کرایا (مطبوعہ روزنامہ جنگ مورخہ 16 اکتوبر 2002ء اشاعت خصوصی)۔ جناب شاہد امین وزیراعظم لیاقت علی خان کے دور کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

''اس زمانے میں وزیر خارجہ سرظفراللہ خان تھے۔ بڑے مضبوط کردار کے حامل تھے۔ بیوروکریسی ان کو گھما نہیں سکتی تھی...... کشمیر کے سلسلے میں انہوں نے پاکستان کا کیس بڑے مضبوط طریقے سے پیش کیا تھا جس کا اعتراف بھارت کے امورِ خارجہ کے ماہرین نے بھی کیا تھا اور کہا تھا کہ 1949ء۔ 1948ء میں بھارت اقوام متحدہ میں اس لئے مات کھا گیا تھا کہ پاکستان کے پاس سرظفراللہ جیسا وزیر (ماہر) قانون تھا۔ لیاقت علی خود بھی بہت دبنگ لیڈر تھے اور سرظفراللہ بھی بھاری بھرکم شخصیت تھے۔''

(مذاکرہ مطبوعہ روزنامہ جنگ مورخہ 16اکتوبر 2002ء اشاعت خصوصی صفحہ 5)

فرزند اقبال جسٹس (ر) جاوید اقبال کی چشم دید گواہی

سپریم کورٹ کے سابق جسٹس ڈاکٹر جاوید اقبال جو ایک زمانہ میں اقوام متحدہ میں سرمحمد ظفراللہ خان کے نائب کے طور پر فرائض انجام دے رہے تھے، کا ایک اہم بیان روزنامہ ''پاکستان'' مورخہ 28 جولائی 2001ء کو شائع ہوا ہے۔ ملاحظہ فرمائیے۔

''سرظفراللہ خان نے یو این او میں اسلامی ممالک اور پاکستان کی جو شاندار خدمات انجام دیں ان کا میں عینی شاہد ہوں''۔ (بیان ڈاکٹر جاوید اقبال مطبوعہ روزنامہ پاکستان لاہور مورخہ28-07-2001)

اب کیانی صاحب خوف خدا سے کام لیتے ہوئے بتائیں کہ کیا ہمارے پیش کردہ حوالے مستند اور مسلمہ ہیں کہ ان کی بے حوالہ اور بے بنیاد معاندانہ تحریر؟؟ کیا اس قدر مضبوط اور بااصول کردار والی عربوں اور پاکستان کی خدمت گزار اور لائق فائق شخصیت کو ''غداری اور منافقت (متذکرہ مضمون کالم نمبر3) کا مرتکب قرار دینا کیانی صاحب کو زیب دیتا ہے؟؟ کیا کیانی صاحب کا ضمیر انکو ملامت نہیں کرتا؟؟

الزام پر الزام لگائے جانا

کیانی صاحب نے تو قسم کھا رکھی ہے کہ کسی نہ کسی بہانے سرمحمد ظفراللہ خان پر اتہام باندھتے چلے جانا ہے۔ جہاد اور ختم نبوت کے ضمن میں کیانی صاحب نے سرظفراللہ خان اور جماعت احمدیہ کے متعلق جو من مانی تصریحات بیان کی ہیں وہ کیانی صاحب کا اپنا Version ہے۔ جماعت احمدیہ ان کی گھڑی ہوئی تشریحات سے ہرگز اتفاق نہیں کرتی اور اس کا زیر بحث موضوع سے کوئی تعلق بھی نہیں بنتا۔ سرمحمد ظفراللہ خان پکے اور سچے احمدی تھے اور یہ بات تو بابائے قوم قائداعظم محمد علی جناح کو بھی معلوم تھی۔ نیز سرظفراللہ خان کی قوم وملت کے لئے شاندار خدمات کا اعتراف کرنے والے ہر سربراہ مملکت، ہر ذی مقدرت وذی احترام شخصیت اور ہر باخبر اور وقیع اہل نظر و اہل قلم کو بھی سرظفراللہ خان کے عقیدے سے آگاہی تھی لیکن ان قابل احترام شخصیات نے تعصب، بغض اور جانبداری کو بالائے طاق رکھ کر سرمحمد ظفراللہ خان کی بے لوث اور بے مثال خدمات و کمالات کو کھلے دل سے سراہا ہے۔ ان کے بیانات کے حوالے آگے آئیں گے۔ حقیقت یہ ہے کہ احمدی عقیدے کی وجہ سے سرمحمد ظفراللہ خان کے دل میں یقیناً اور بھی احساس اور جذبہ موجزن ہوگیا تھا کہ وہ ملک وملت اور عالمِ اسلام کے حق میں تن من دھن سے کوشاں رہیں۔ اس کی ایک بڑی وجہ یہ ہے کہ سلسلہ احمدیہ کا ممبر ہونے کے لئے دس شرائط بیعت کو دل وجان سے تسلیم کرنا پڑتا ہے جس میں سے چوتھی شرط یہ ہے:۔

نمبر4 ''یہ کہ عام خلق اللہ کو عموماً اور مسلمانوں کو خصوصاً اپنے نفسانی جوشوں سے کسی نوع کی ناجائز تکلیف نہیں دے گا۔ نہ زبان سے نہ ہاتھ سے اور نہ کسی اور طرح سے''۔

اور نویں شرط یہ ہے کہ:

نمبر9: ''یہ کہ عام خلق اللہ کی ہمدردی میں محض للہ مشغول رہے گا اور جہاں تک بس چل سکتا ہے اپنی خداداد طاقتوں اور نعمتوں سے بنی نوع کو فائدہ پہنچائے گا''۔

پس سرمحمد ظفراللہ خان پر یہ اتہام لگانا کہ انہوں نے اپنے عقیدے کی بنا پر مسلمانوں اور عربوں کے مفادات کو نقصان پہنچایا سراسر انصاف کا خون بہانے اور بہتان لگانے کے مترادف ہے۔ سرمحمد ظفراللہ خان جیسے اعلیٰ اخلاق اور اوصاف والے لوگوں کا یہ شیوہ اور لائحہ عمل نہیں ہوتا۔ شاعر نے کیا خوب کہا ہے ؎

مَے کی مانند ہر اک جام میں ڈھلتے رہنا
ہم نے سیکھا نہیں ایمان بدلتے رہنا

اقوام متحدہ میں قضیۂ فلسطین کی کچھ تفصیل سرظفراللہ خان کے قلم سے

جب قائداعظم نے ستمبر 1947ء میں سرمحمد ظفراللہ خان اقوام متحدہ کے لئے پہلے پاکستانی وفد کا سربراہ بنا کر بھیجا تو وہاں پر مسئلہ فلسطین زیرغور تھا۔ اس کی کچھ تفصیل سرمحمد ظفراللہ خان ''تحدیث نعمت'' میں تحریر کرتے ہیں۔

''سب سے اہم مسئلہ جو اس اجلاس میں زیر بحث آیا وہ قضیۂ فلسطین تھا۔ پہلے یہ ذکر ہو چکا ہے کہ اقوام متحدہ کے فلسطین کمیشن نے فلسطین کی تقسیم کی سفارش کی تھی۔

...... جب پاکستان کی طرف سے میں نے پہلی بار تقریر شروع کی تو عرب نمائندگان کو کچھ اندازہ نہیں تھا کہ میری تقریر کا رخ کس طرف ہوگا۔ پاکستان ایک دو دن قبل ہی اقوام متحدہ کا رکن منتخب ہوا تھا۔ عرب ممالک کے مندوبین ہمیں خاطر ہی میں نہیں لاتے تھے اور ہماری طرف سے بالکل بے نیاز تھے۔ میری تقریر کا پہلا حصہ تو تاریخی اور واقعاتی تھا۔ جس کے بعض حصوں سے بعض عرب مندوبین بھی ناواقف تھے۔ جب میں نے تقسیم کے منصوبے کا تجزیہ شروع کیا اور اس کے ہر حصہ کی ناانصافی کی وضاحت کرنی شروع کی تو عرب نمائندگان نے توجہ سے سننا شروع کیا۔ تقریر کے اختتام پر ان کے چہرے خوشی اور طمانیت سے چمک رہے تھے اس کے بعد اس معاملہ میں عرب مؤقف کا دفاع زیادہ تر پاکستان کا فرض قرار دیا گیا۔''

''اس میں شک نہیں کہ صدر اسمبلی اور سیکرٹری جنرل اسمبلی دونوں امریکن دباؤ کے ماتحت یا ذاتی رجحان سے صیہونیوں کی تائید میں تھے اور جب تقریروں سے یہ ظاہر ہوگیا کہ تقسیم کی تجویز کو دوتہائی کی تائید حاصل نہیں وہ دونوں اس منصوبے میں شریک ہوگئے کہ اجلاس جمعہ کی صبح تک ملتوی کیا جائے تاکہ اس وقفہ میں صیہونی صدر ٹرومین کے دباؤ کے ذریعہ تین چار ایسے ممالک کی تائید حاصل کرسکیں جو اب تک تقسیم کے خلاف تھے۔ سہ پہر کے اجلاس میں میں نے اپنی تقریر میں مغربی طاقتوں کو پُرزور انتباہ کرتے ہوئے کہا کہ آپ نے اوّل عالمی جنگ کے دوران جو وعدے عربوں سے کئے تھے ان کی خلاف ورزی نہ کریں۔ اگر آپ ایسا کریں گے تو بدعہدی کے مرتکب ہوں گے اور آئندہ عربوں کا اعتماد کلی طور پر آپ سے اٹھ جائے گا...... لیکن طاقت کا گھمنڈ اندھا اور بہرہ کر دیتا ہے۔ ہمارے احتجاج اور ہمارے انتباہ صدا بصحرا ثابت ہوئے......''۔ ('تحدیث نعمت' صفحہ 524)

سرمحمد ظفراللہ خان فلسطین کے معاملہ میں برطانیہ اور امریکہ کی سراسر بے انصافی، بے اصولی اور ہٹ دھرمی کو ان دردناک الفاظ میں واضح کرتے ہیں۔

''اقوام متحدہ کی بنیاد انصاف، مساوات اور حق خود اختیاری پر رکھی گئی تھی لیکن فلسطین کے معاملے میں ان تینوں اصولوں کا خون کیا گیا۔ میثاق اقوام متحدہ میں معاہدات کی پابندی پر زور دیا گیا ہے لیکن فلسطین کے معاملے میں برطانیہ نے جو معاہدات شاہ حسین کے ساتھ کئے تھے ان کی صریح خلاف ورزی کی گئی۔ یہ درست ہے کہ تقسیم کے متعلق رائے شماری میں برطانیہ غیر جانبدار رہا لیکن برطانیہ اعلان بالفور کے ذریعہ اسرائیل کی بنیاد رکھ چکا تھا اور فلسطین کے قضیے کی ابتداء اعلان بالفور (1917ء ناقل) سے ہوئی۔ فلسطین میں جو کچھ ہوا اور جو کچھ آئندہ ہونے والا ہے اور فلسطین کی وجہ سے جس طرح دنیا کا امن برباد ہوگا اور نوع انسان کے ایک بڑے طبقے پر جو تباہی اور مصائب وارد ہوں گے ان کی تمام تر ذمہ داری اول برطانیہ اور مسٹر بالفور اور ان کے بعد ریاست ہائے متحدہ امریکہ اور خاص طور پر صدر ٹرومین پر ہوگی۔'' ('تحدیث نعمت' صفحہ 525)

اپنی کتاب ''تحدیث نعمت'' میں سرمحمد ظفراللہ خان مسئلہ فلسطین سے متعلق اپنے مفصل اور اثرانگیز بیان کو ان دوٹوک اور حتمی الفاظ پر ختم کرتے ہیں۔

''قضیہ فلسطین کے مختلف پہلو بعد میں بھی اسمبلی (اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی۔ ناقل) کے زیرغور آتے رہے ہیں اور پاکستان کی طرف سے ہمیشہ عرب مؤقف

DEAN MANSON SOLICITORS

We specialise in Immigration & Nationality law; Commercial, Media & Entertainment, Conveyancing, Employment, Family & Ancillary Proceedings, Criminal & Civil Litigation

CONTACT

Muzaffar Mansoor- Ejaz Baig & Shazia Bhatti (Solicitors)

243-245 MITCHAM ROAD, TOOTING, LONDON SW17 9JQ

TEL: 020 8767 5000

EMAIL: info@dmansonsolicitors.com

Regulated by the Solicitors Regulation Authority

کی سو فیصدی تائید کی جاتی رہی ہے۔"

("تحدیث نعمت" صفحہ526)

عرب ممالک اور اہل فلسطین کی خدمات کا خصوصی تذکرہ

اگر بحث کا فیصلہ مستند حوالوں اور مسلّم حقائق کی بنا پر کرنا ہے تو پھر ہم بار بار عرض کریں گے کہ کیانی صاحب کا سارے کا سارا مضمون بے دلیل، بے حوالہ اور حقائق کے خلاف ہے۔ جبکہ ہم گزشتہ حوالوں کے ساتھ ساتھ اب عالم عرب اور مسئلہ فلسطین کے بارے میں سر محمد ظفراللہ خان کی لاجواب مساعی اور پیہم خدمات کا تذکرہ ایسے وقیع اور متدیّن شخصیات کے متعدد بیانات اور حوالوں کی مدد سے پیش کریں گے جو معتبر اور مستقل تاریخی حیثیت رکھتے ہیں اور ان محترم شخصیات نے اپنی تحریروں اور بیانات کی کبھی تردید نہیں کی۔ ان متعدد قابل ذکر تحریروں اور مشاہدات کا عرصہ اور سلسلہ پاکستان کے قیام سے لے کر حالیہ برسوں تک پھیلا ہوا ہے اور سر محمد ظفراللہ خان کے موقف کی حقانیت، اور ان کی راستبازی اور دیانتداری کا زبردست اور ناقابلِ تردید ثبوت ہے۔ باقی بودے اور کھوکھلے اور متانت اور دیانت سے محروم معترضین اور مخالفین کا کیا ہے انہوں نے الزام دینے میں تو نوابزادہ لیاقت علی خان کو بھی معاف نہیں کیا۔ اس لئے منتخب و معتبر حوالوں کا بیان یہیں سے شروع کرتے ہیں:

1۔ کم سوادوں نے لیاقت علی خان کو بھی نہیں بخشا۔ وطنِ عزیز کے ایک بالغ نظر اور سینئر صحافی جناب الطاف حسین قریشی "کوہ طور کی سیر" کے عنوان سے اپنے مضمون مطبوعہ روزنامہ "جنگ" مورخہ 16 جولائی 2003ء میں لکھتے ہیں:

"اسرائیل کو تسلیم کرنے کا شوشہ وقت سے پہلے چھوڑ دیا گیا ہے اور بی بی سی اس کو ایک نیا رنگ دے رہا ہے۔ بڑی ڈھٹائی سے یہ ڈِس انفارمیشن پھیلائی جا رہی ہے کہ سر ظفراللہ خان، لیاقت علی خان، جنرل ضیاء الحق اسرائیل کے ساتھ روابط میں تھے اور اسے تسلیم کرنے کی راہ ہموار کر رہے تھے۔ ڈاکٹر سمیع اللہ قریشی جو فارن سروس میں بڑے اہم عہدوں پر فائز رہے ہیں اور بہت سے واقعات کے چشم دید گواہ ہیں انہوں نے ان تمام خرافات کی تردید کی ہے اور حقائق سے پردہ اٹھایا ہے۔ انکی طرف سے انکشافات کے مطابق سر ظفراللہ خان نے اقوام متحدہ میں مسئلہ فلسطین کی نہایت عمدگی سے وکالت کی تھی اور اسرائیل کے وجود کو ناجائز قرار دیا تھا۔ وزیراعظم لیاقت علی خان امریکہ آئے تو یہودی سرمایہ کاروں نے اسرائیل تسلیم کرنے کے عوض انہیں ایک خطیر اقتصادی اور فوجی امداد فراہم کرنے کی پیشکش کی تھی۔ اس پر انہوں نے کہا تھا کہ ہماری روح برائے فروخت نہیں۔"

("روزنامہ جنگ" 16 جولائی 2003ء صفحہ 6)

2۔ جیّد صحافی و مدیر حمید نظامی کا اخبار "نوائے وقت" حمید نظامی مرحوم ہمارے ملک کے ممتاز اور مسلّم اور متدیّن صحافی و مدیر تھے۔ ان کا وقیع اخبار "نوائے وقت" قیام پاکستان سے کئی سال پہلے سے مسلم لیگ، قائداعظم اور مسلمانان ہند کے مؤقف اور تاریخ کو قلمبند اور اجاگر کر رہا تھا۔ اقوام متحدہ میں مسئلہ فلسطین پر سر محمد ظفراللہ خان کے مضبوط دلائل اور زبردست معرکہ کا کچھ احوال ان دنوں کے "نوائے وقت" میں شائع ہوا تھا۔ آیئے 12 اکتوبر 1947ء کے "نوائے وقت" کی دو خبروں کی سرخیاں پڑھتے ہیں:۔

"سر ظفراللہ کی تقریر سے اقوام متحدہ کی کمیٹی میں سکتے کا عالم طاری ہوگیا۔"

"امریکہ، روس اور برطانیہ کی زبانیں گنگ ہوگئیں۔"

"فلسطین کے متعلق سر ظفراللہ کی تقریر سے دھوم مچ گئی۔"

"عرب لیڈروں کی طرف سے سر ظفراللہ خان کو خراج تحسین۔"

(نوائے وقت مورخہ 12 اکتوبر 1947ء)

اب ایک خبر کی تھوڑی سی تفصیل پڑھتے ہیں:۔

"نیویارک 10 اکتوبر۔ مجلس اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی میں سر ظفراللہ خان رئیس الوفد پاکستان نے جو تقریر کی وہ ہر لحاظ سے افضل و اعلیٰ تھی۔ آپ تقریباً 115 منٹ بولتے رہے.......... سر ظفراللہ خان نے اپنی تقریر میں زیادہ زور تقسیم فلسطین کے خلاف دلائل دینے میں صرف کیا۔ جب آپ تقریر کر رہے تھے تو مسرت و ابتہاج سے عرب نمائندوں کے چہرے تمتما اٹھے۔ تقریر کے خاتمے پر عرب ممالک کے مندوبین نے آپ سے مصافحہ کیا۔ اور ایسی شاندار تقریر کرنے پر مبارکباد پیش کی۔"

3۔ قائداعظم کا اظہار اطمینان و تحسین: جیسا کہ ہم چوہدری محمد علی سابق وزیراعظم پاکستان کی کتاب "ظہور پاکستان" کا حوالہ درج کر چکے ہیں۔ فلسطین اور تمام مسلمانان عالم کی بہتری اور آزادی کی حمایت اول دن سے پاکستان کی خارجہ پالیسی کا اہم ستون رہا ہے اور اس عظیم فریضہ اور مقصد کے لئے فرزند پاکستان سر محمد ظفراللہ خان کو بے لوث وکیل اور ترجمان ہونے کا اعزاز حاصل ہوا۔ فلسطین کے سلسلہ میں آپ نے پاکستان کے مؤقف کو کس عمدگی اور تفصیل سے اقوامِ عالم کے سامنے پیش کیا اس کا ذکر خود قائداعظم نے اپنے ایک بیان میں کیا ہے۔ یہ حوالہ ہمیں ڈاکٹر اسرار احمد کے ایک مضمون سے ملا ہے۔ ڈاکٹر اسرار احمد اپنے مضمون "اسرائیل نامنظور کیوں؟" میں تحریر کرتے ہیں:۔ "25 اکتوبر 1947ء کو قائداعظم نے رائیٹر کی نیوز ایجنسی کے نمائندے کو انٹرویو دیتے ہوئے کہا کہ "فلسطین کے بارے میں ہمارے مؤقف کی وضاحت اقوام متحدہ میں پاکستانی وفد کے سربراہ محمد ظفراللہ خان نے کر دی ہے۔ مجھے اب بھی یہ امید ہے کہ تقسیم (فلسطین) کا منصوبہ مسترد کر دیا جائے گا ورنہ ایک خوفناک چپقلش کا شروع ہو جانا ناگزیر اور لازمی امر ہے۔"

(مضمون از ڈاکٹر اسرار احمد مطبوعہ "نوائے وقت" 12 جولائی 2003ء)

❁❁❁❁❁❁

جماعت احمدیہ جاپان کے تحت

بعض تربیتی و تبلیغی سرگرمیوں کی مختصر رپورٹ

(رپورٹ: انیس احمد ندیم۔ مبلغ انچارج جاپان)

جماعت احمدیہ جاپان کی تبلیغی و تربیتی سرگرمیوں کی ایک مختصر رپورٹ پیش خدمت ہے۔

❁ ...... اللہ تعالیٰ کے فضل سے رمضان المبارک میں باجماعت نمازیں، درس القرآن اور نماز تراویح کی توفیق ملتی رہی۔ ہفتہ اور اتوار کے روز افطاری کا بھی اہتمام کیا جاتا رہا۔ اسی سلسلہ میں 30 رمضان المبارک کو رمضان المبارک کے اختتام اور قرآن کریم مکمل کرنے کی خوشی میں ایک دعائیہ تقریب منعقد ہوئی۔

رمضان کے دوران احباب کو تلقین کی جاتی رہی کہ یہ ایام قرآن کریم کو پڑھنے اور یاد کرنے اور اس کی برکات کو سمیٹنے کے دن ہیں۔ جب جائزہ لیا گیا تو جماعت کی ایک بھاری اکثریت نے تلاوت قرآن کریم کی توفیق پائی۔ چھ سات سالہ بچوں نے بھی پندرہ بیس پارے مکمل پڑھے اور باقی احباب نے بھی ناظرہ اور ترجمہ کے ساتھ مطالعہ کیا۔

اس موقع پر ایک تقریب منعقد ہوئی جس میں خاکسار نے آنحضرت ﷺ کی مبارک سیرت اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اُسوہ کے حوالہ سے تعلیم بیان کی۔ اور ایسے تمام احباب اور بچے جنہیں قرآن کریم کا دور مکمل کرنے کی توفیق ملی ان کے لئے دعا کی تحریک کی۔ اجتماعی دعا کے ساتھ یہ تقریب اختتام کو پہنچی۔

❁ ...... عیدالفطر کی مناسبت سے جماعت کا پیغام جاپانی قوم تک پہنچانے کی توفیق ملی۔ عیدالفطر کے روز ناگویا ٹائمز کی رپورٹر صبح ناشتہ کے وقت ہی مشن ہاؤس آگئیں تاکہ عید پر ہونے والی ساری تقریبات کو تفصیل سے مشاہدہ کر کے رپورٹ کیا جاسکے۔ ناگویا اور اس کے نواح میں مسلمانوں کی تعداد تقریباً دو ہزار کے قریب ہے۔ جن میں سے سو کے قریب احمدی ہیں۔ ہمارا مشن ہاؤس ناگویا میں سب سے پہلا اسلامی سینٹر ہے جو 1983ء میں قائم ہوا۔

اللہ تعالیٰ کے فضل سے مسلمانوں کے نمائندہ کے طور پر اخبار نے جماعت احمدیہ نے عید کیسے منائی کے تحت اس کو تفصیل کے ساتھ 17/اکتوبر کے شمارہ میں تقریباً نصف صفحہ کی رپورٹ شائع کی جس میں روزہ کے مقاصد، اہمیت، جماعت کا مختصر تعارف اور عید کا دن کس طرح منایا گیا اس کی تفصیلات شائع ہوئیں۔ نمازیوں کی تصویر بھی شائع ہوئی۔ جاپانی دوستوں نے اس پر مسرت کا اظہار کیا۔ ناگویا مشن ہاؤس کے علاقہ کے پولیس آفیسر بھی مشن ہاؤس آئے اور اس حوالہ سے تقریباً ایک گھنٹہ تبادلہ خیال کیا۔

عید سے اگلے روز مشن ہاؤس کے قریبی ہمسایوں کو رات کے کھانے پر مدعو کیا گیا۔ اس عید ملن پارٹی میں 33 جاپانی مہمان شامل ہوئے۔ کھانے سے پہلے سوال و جواب کی صورت میں اسلام، اسلامی تعلیمات اور جماعت کے حوالہ سے معلومات حاصل کیں۔ تقریب میں شامل بچوں میں چاکلیٹ کا تحفہ پیش کیا گیا جبکہ مہمان خواتین کو بھی تحائف دئے گئے اور یہ تعلقات ایک مستقل تبلیغی رابطہ کی صورت اختیار کر گئے۔

❁ ...... گزشتہ دنوں برما میں حکومت کے خلاف مظاہرے ہوئے جس میں ایک جاپانی صحافی قتل ہوگیا۔ جاپان ٹیلی ویژن نے اس صحافی کی خدمات کے اعتراف کے طور پر ایک پروگرام پیش کیا جس کے لئے انہوں نے جماعت سے بھی رابطہ کیا۔ اس صحافی کا ذکر کرتے ہوئے پروگرام کا سارا فوکس جماعت احمدیہ کی خدمت خلق پر مرکوز ہوگیا۔ اور شمالی جاپان کے زلزلہ کے دوران جماعتی خدمات کو سراہا گیا اور احمدی والنٹیئرز کو کام کرتے ہوئے دکھایا گیا۔ جاپانی قوم کے لئے یہ بات اس لحاظ سے اہم اور غیر معمولی تھی کہ انہیں ایک طرف غیر ملکی نظر آ رہے تھے جن کے ہاتھوں بے گناہ انسان قتل ہوئے اور دوسری طرف جماعت احمدیہ کا کردار پیش کیا گیا کہ مذہب، قوم اور رنگ و نسل کا کوئی امتیاز کئے بغیر خدمت خلق کے میدان میں کوشاں ہیں۔

یہ اللہ تعالیٰ کا عجیب تصرف ہے کہ اس پروگرام کو خاص طور پر اس جاپانی صحافی کے لئے ترتیب دیا گیا تھا لیکن پروگرام میں نمایاں طور پر خدمت خلق کے میدان میں جماعتی خدمات کا اعتراف کیا جاتا رہا اور اس حوالہ سے اسلام کا چہرہ دنیا کو دکھایا جاتا رہا۔

قارئین سے دعا کی درخواست ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں جاپان میں مؤثر رنگ میں اسلام و احمدیت کا پیغام پہنچانے کی توفیق دے اور ہماری ناچیز مساعی کو اپنے فضل سے قبول فرماتے ہوئے شیریں پھل عطا فرمائے۔

❁❁❁❁❁

قائم شدہ 1952

خدا تعالیٰ کے فضل اور رحم کے ساتھ

خالص سونے کے اعلیٰ زیورات کا مرکز

شریف جیولرز ربوہ

ریلوے روڈ
6214750
6214760

اقصیٰ روڈ
6212515
6215455

پروپرائٹر۔ میاں حنیف احمد کامران
Mobile: 0300-7703500

الفضل انٹرنیشنل
میں
اشتہار دے کر
اپنی تجارت کو فروغ دیں۔
(مینیجر)

ہفت روزہ الفضل انٹرنیشنل کا
سالانہ چندہ خریداری
برطانیہ: تیس (30) پاؤنڈز سٹرلنگ
یورپ: پینتالیس (45) پاؤنڈز سٹرلنگ
دیگر ممالک: پینسٹھ (65) پاؤنڈز سٹرلنگ
(مینیجر)

اسلام کے حسین معاشرہ کی تشکیل میں افراد کا کردار

(حضرت خلیفة المسیح الرابع رحمه الله)

معاشرہ پُرامن ہو یا پُرآشوب، فرد اس کی تشکیل میں انتہائی اہم کردار ادا کرتا ہے ۔..........ایک عمارت کی تعمیر میں جس طرح عمدہ اینٹوں کی بھی ضرورت ہوا کرتی ہے اسی طرح اسلام کے نزدیک اچھے معاشرہ کی تعمیر وتشکیل میں افراد کے اعلیٰ کردار اور اوصاف کی بھی ضرورت ہوا کرتی ہے ۔ یہ ایک بہت وسیع مضمون ہے جس پر قرآن کریم میں اوّل سے آخر تک بحث اور رہنمائی موجود ہے۔ اسلام جو اعلیٰ اخلاق اور اوصاف معاشرہ میں پیدا کرنا چاہتا ہے ان میں سے چند ایک درج ذیل ہیں۔

مسابقت فی الخیرات

اسلام نے الٰہی تعلیم کے مطابق انسانی خواہشات کی تہذیب وتعدیل کرنے کے ساتھ ساتھ انہیں ابھارا بھی ہے تا کہ مکمل توازن اور اعتدال قائم کیا جا سکے۔ ایسے توازن کے بغیر معاشرتی امن کا حصول ناممکن ہے۔ اسلام ایسی خواہشات کو فروغ دیتا ہے جن کی تکمیل کسی فرد کی مالی حیثیت پر منحصر نہ ہو اور ہر حیثیت کے لوگ ان خواہشات کو بلاخرچ یا بہت معمولی خرچ سے پورا کرسکیں۔

دوسروں سے ممتاز دکھائی دینا اور عوام کے معیار زندگی سے بلند ہونا ایک طبعی جذبہ ہے۔ تاہم دوسروں سے آگے نکلنے کا یہ طبعی رجحان اگر مناسب اور جائز حدود سے تجاوز کر جائے اور بے لگام ہو جائے تو ایک غیر صحتمند رجحان اور جنون کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔ مثال کے طور پر حسد یا ناجائز ذرائع کے استعمال سے مسابقت کی کوشش ایسی برائیاں ہیں جو آزاد اور صاف ستھرے مقابلہ کی روح کے لئے زہر قاتل کا حکم رکھتی ہیں۔ ایسی برائیوں کے ہوتے ہوئے مسابقت کا مفید جذبہ الٹا سارے معاشرہ کو بیمار کر دیتا ہے۔ اس کی چھوٹی سی مثال کھیلوں کے مقابلوں کے دوران نشہ آور ادویات کا استعمال ہے۔ قومی اور بین الاقوامی سطح پر صنعتی اور تجارتی مقابلوں میں اس کی بہت ہی بری اور گھناؤنی مثالیں ملتی ہیں جہاں انصاف نام کی چیز نہیں ملتی۔ یاد رہے کہ تیسری دنیا کے ممالک کے ناجائز ذرائع ترقی یافتہ اقوام کے اختیار کردہ ناجائز ذرائع سے مختلف ہوتے ہیں۔ تیسری دنیا کے ممالک میں فوری اقتصادی فوائد حاصل کرنے کے لئے ناجائز ذرائع بلاتکلف اور بکثرت استعمال کئے جاتے ہیں مثلاً بدعنوانی' ملاوٹ' بدعہدی' فراڈ اور دھوکہ بازی وغیرہ۔ یہی وجہ ہے کہ تمام شعبہ ہائے زندگی میں مذہبی اور اخلاقی تعلیم کو بروئے کار لانے کی اشد ضرورت ہے۔ ظاہر ہے کہ اس تعلیم کے فقدان سے نہایت خطرناک نتائج نکلنے کا خطرہ ہے۔

مسابقت سے متعلق مختلف مقابلوں کے سلسلے میں اسلام نے تفصیلی ہدایات دی ہیں۔

یہ ایک بہت بڑا المیہ ہے کہ خود مسلمان ممالک میں جہاں اسلامائزیشن اور اسلامی بنیاد پرستی کا اس قدر چرچا رہتا ہے وہاں بھی صنعت وتجارت اور اقتصادی تعلقات کو اسلامی طرز پر ڈھالنے کی کوئی سنجیدہ کوشش شاذ ونادر کے طور پر ہی دکھائی دیتی ہے۔ قرآن کریم کی مندرجہ ذیل آیت میں مسابقت کے طبعی جذبہ کے متعلق اسلامی تعلیم کا خلاصہ پیش کیا گیا ہے:

وَلِكُلٍّ وِّجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيْهَا فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ۔ اَيْنَمَا تَكُوْنُوْا يَاتِ بِكُمُ اللّٰهُ جَمِيْعًا۔ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ

(سورة البقره آیت نمبر:149)

ترجمہ:۔ اور ہر ایک کے لئے ایک مطمح نظر ہے جس کی طرف وہ منہ پھیرتا ہے۔ پس نیکیوں میں ایک دوسرے پر سبقت لے جاؤ۔ تم جہاں کہیں بھی ہو گے اللہ تمہیں اکٹھا کر کے لے آئے گا۔ یقیناً اللہ ہر چیز پر جسے وہ چاہے دائمی قدرت رکھتا ہے۔

یہ قرآن کریم کا اعجاز ہے کہ اس مختصر سی آیت میں حکمت کے سمندر کو کوزے میں بند کر دیا ہے۔ یہ آیت ہر میدان اور ہر قسم کے مقابلہ کے لئے راہنما اصول مہیا کرتی ہے۔ آخری مقصد تو نیکی کا حصول ہے اور یہی دراصل سب سے اعلیٰ وارفع مقصد ہے۔ اس لئے نیکی ہی کو مقابلوں کا مقصود بالذات ہونا چاہئے۔ پس اس مختصر سی آیت کے ذریعہ ہر قسم کے ناجائز ذرائع اور ہیرا پھیری سے مسابقت کی کوشش کو کلیۃً ممنوع قرار دے دیا گیا ہے۔

اگر وقت اجازت دیتا تو ہم تفصیل سے اور وضاحت کے ساتھ یہ جاننے کی کوشش کرتے اور اسلامی تعلیم سے نظائر پیش کرتے کہ جملہ مقابلوں کو کس طرح صحتمند، صاف ستھرا اور شفاف رکھا جا سکتا ہے۔ بہت کم لوگ یہ شعور رکھتے ہیں کہ قلب وذہن کا حقیقی اطمینان دراصل نیک ہونے میں ہے نہ کہ ناجائز ذرائع سے کام لے کر کوئی بڑا معرکہ سرانجام دینے میں۔ ایسے لوگ نہ تو معاشرہ سے اور نہ ہی اپنی ذات سے کبھی مطمئن ہوتے ہیں۔ سرسری نظر سے دیکھنے والوں کو ایسے لوگ بظاہر بڑے تیس مار خان اور خوش وخرم دکھائی دیں گے مگر اندر سے ان کی فتح اور کامیابی بہت کھوکھلی ہوا کرتی ہے۔

پاکستان کے ایک مرحوم ارب پتی کے ایک دوست نے مجھے یہ حیران کن اور دکھ بھری کہانی سنائی کہ ایک مرتبہ اس نے اپنے دوست کے سامنے اس کی عظیم الشان کامیابیوں کی تعریف کی تو بجائے خوش ہونے کے اس نے جو فوری ردِّعمل دکھایا وہ بڑا ہی حیران کن تھا۔ اس نے اپنا گریبان کھولا اور اپنے ہاتھ کو اس طرح حرکت دی جیسے وہ اپنے ناخنوں سے جانور کے پنجے کی طرح اپنا سینہ چاک کرنا چاہتا ہے۔ اس نے چیختے ہوئے کہا کہ میں اس کامیابی پر لعنت بھیجتا ہوں اگر کوئی میرا سینہ چیر کر دیکھ سکے تو اسے اندر صرف ایک بھڑکتی ہوئی آگ کے شعلے دکھائی دیں گے۔

اس تلخ حقیقت کا کچھ لوگ تو اعتراف کر لیتے ہیں مگر کچھ نہیں کرتے لیکن فطرتِ انسانی کو کون شکست دے سکتا ہے۔ ایک شخص دولت کا انبار تو لگا سکتا ہے اور تعیش کے ذرائع تک رسائی بھی حاصل کر لیتا ہے لیکن یہ افسوسناک حقیقت اپنی جگہ پر موجود ہے کہ شاید ہی چند ایک امیر لوگ ایسے ہوں گے جنہیں حقیقی راحت اور اطمینان میسّر ہو۔ ان کی حالت کو قرآن کریم نے یوں بیان فرمایا ہے:

وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةِ الَّذِيْ جَمَعَ مَالًا وَّعَدَّدَهٗ۔ يَحْسَبُ اَنَّ مَالَهٗ اَخْلَدَهٗ۔ كَلَّا لَيُنْبَذَنَّ فِى الْحُطَمَةِ۔ وَمَآ اَدْرٰكَ مَا الْحُطَمَةُ۔ نَارُ اللّٰهِ الْمُوْقَدَةُ الَّتِىْ تَطَّلِعُ عَلَى الْاَفْئِدَةِ۔ اِنَّهَا عَلَيْهِمْ مُّؤْصَدَةٌ فِىْ عَمَدٍ مُّمَدَّدَةٍ۔

(سورة الهمزة آیات 2تا10)

ترجمہ:۔ ہلاکت ہو ہر غیبت کرنے والے سخت عیب جو کے لئے جس نے مال جمع کیا اور اس کا شمار کرتا رہا۔ وہ گمان کیا کرتا تھا کہ اس کا مال اسے دوام بخش دے گا۔ خبردار! وہ ضرور حُطَمَة میں گرایا جائے گا۔ اور تجھے کیا بتائے کہ حُطَمَة کیا ہے؟ وہ اللہ کی آگ ہے بھڑکائی ہوئی جو دلوں پر لپکے گی۔ یقیناً وہ ان کے خلاف بند رکھی گئی ہے ایسے ستونوں میں جو کھینچ کر لمبے کیے گئے ہیں۔

جب تک انسان کے اس فطری جذبہ کی تسکین نہیں ہوتی کہ وہ نیک بنے، نیک اعمال بجالائے اور پاکیزہ زندگی بسر کرے اسے سچا اطمینان نصیب نہیں ہوسکتا۔

اعزہ واقرباء کے ساتھ محبت

ایک مربوط خاندانی نظام اور سماجی امن کے قیام کے لئے اعزہ واقرباء سے محبت واخوت' صلہ رحمی اور حسن سلوک کی ضرورت کا ذکر کیا جا چکا ہے یہاں اس کا ذکر اس لئے کیا جا رہا ہے تا کہ فرد کے کردار کی اہمیت اور ضرورت کو اجاگر کیا جائے۔ دراصل فرد کا کردار معاشرہ میں وہی مقام رکھتا ہے جو کسی عمارت کی تعمیر میں اینٹ کا ہوتا ہے۔ اینٹ کو بہتر بنائے بغیر عمارت کو بہتر نہیں کیا جا سکتا۔

خدمتِ خلق

اسلام نے اس امر پر زور دیا ہے کہ انسان کو اپنے اندر یہ صلاحیت پیدا کرنی چاہئے کہ وہ دوسروں کی خدمت کر کے خوشی محسوس کرے نہ کہ دوسروں سے خدمت لے کر۔ قرآن کریم کی ایک آیت کے مندرجہ ذیل حصہ میں یہی پیغام دیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ۔

(سورة ال عمران آیت نمبر111)

ترجمہ:۔ تم بہترین امت ہو جو تمام انسانوں کے فائدہ کے لئے نکالی گئی ہو۔ تم اچھی باتوں کا حکم دیتے ہو اور بری باتوں سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان لاتے ہو۔

اس آیت میں یہ اشارہ کیا گیا ہے کہ ایک مسلمان کو دوسروں پر بلا وجہ فوقیت نہیں دی گئی۔ کسی مرد یا عورت کے محض مسلمان ہونے سے خود بخود یہ نتیجہ نہیں نکالا جا سکتا کہ وہ دوسروں سے بہتر ہے۔ كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ کا خطاب دوسرے کی خدمت کر کے ہی حاصل کیا جا سکتا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ آپ دوسروں کے ساتھ احسان کا سلوک کرنے والے ہوں۔ خیر کے معانی بہتر اور بہترین دونوں کے ہیں۔

ایک مرتبہ آنحضرت ﷺ نے خیر کے معنوں کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا۔

''اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے۔ اوپر والا ہاتھ دینے اور خرچ کرنے والا ہے اور نچلا ہاتھ مانگنے اور لینے والا ہے۔'' (صحیح البخاری۔کتاب الزکاة باب لاصدقة الا عن ظهر غنى۔ وصحیح مسلم کتاب الزکاة۔باب بیان أنّ الید العلیا خیر من الید السفلیٰ)

قرآن کریم اور احادیث میں عظمت کردار کے اس پہلو پر بڑا زور دیا گیا ہے۔ یہی وجہ تھی کہ صحابہ کرامؓ نے اس تعلیم پر عمل کرتے ہوئے عظمتِ کردار کے نئے اور ارفع معیار قائم کئے۔ انہیں بس ایک ہی دھن تھی اور وہ یہ کہ دوسروں کی خدمت کریں۔ دوسروں سے خدمت لینے میں تو وہ ایک گونہ عار محسوس کرتے۔

حضرت عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک موقع پر ہم سات، آٹھ یا نو افراد آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کیا تم اللہ کے رسول کے ساتھ ایک عہد نہیں کرو گے؟ حضرت عوفؓ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے کچھ ہی عرصہ قبل حضور ﷺ کے دست مبارک پر بیعت کی تھی چنانچہ ہم نے عرض کی یا رسول اللہ! ہم تو پہلے ہی عہد کر چکے ہیں۔ اس پر آنحضرت ﷺ نے اپنا سوال دوہرایا اور ہم نے وہی جواب دیتے ہوئے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! اب آپ ہم سے کون سا عہد لینا چاہتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا یہ کہ تم اللہ کی عبادت کرو گے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراؤ گے اور یہ کہ تم پنجوقتہ فرض نمازیں ادا کرو گے اور اللہ کی اطاعت کرو گے اور کسی سے کچھ نہیں مانگو گے۔ حضرت عوف بن مالکؓ بیان فرماتے ہیں کہ اس کے بعد میں نے دیکھا کہ ان اصحاب میں سے کسی سوار کے ہاتھ سے گھوڑے کا چابک بھی گر جاتا تو وہ کسی سے یہ بھی نہیں کہتا تھا کہ یہ چابک اٹھا کر مجھے دے دو۔

(صحیح مسلم۔کتاب الزکاة ۔ باب کراهة المسئلة للناس)

خدمتِ خلق پر جو اتنا زور دیا گیا ہے تو یہ کوئی محض خشک زاہدانہ تعلیم نہیں ہے بلکہ انسانی رویّوں میں لطافت اور شائستگی پیدا کرنے کی ایک کوشش ہے تا کہ اس میں اعلیٰ اقدار کا ذوق پروان چڑھے۔ اگر ایک بار اس قسم کا اعلیٰ ذوق پیدا کر دیا جائے تو بآسانی یہ تربیت بھی کی جا سکتی ہے کہ انسان خدمت ہی میں لذت محسوس کرنے لگے بجائے اس کے کہ وہ دوسروں کے احسانات اور رحم وکرم کا منتظر رہے۔

مخلوقِ خدا کی خدمت نصف ایمان ہے۔

THOMPSON & CO SOLICITORS

Consult us for your legal requirements such as Immigration & Nationality, Conveyancing & Employment, Welfare Benefits, Personal Injury, Family & Ancillary Proceedings,, Wills & Probate, Criminal Litigation .

Contact:

Anas A.Khan, John Thompson Solicitors

1st floor 48 Tooting High Street London SW17 0RG

Tel: 020 8333 0921+020 8767 5005

Mobile: 0780-3298065 Fax: 020 8871 9398

اسلام کا موقف بھی یہی ہے کہ نیکی بجائے خود ایک انعام ہے اور یہ ایک ایسی بات ہے جو منطق اور دلائل سے بالا ہے۔ اسے صرف محسوس کیا جا سکتا ہے۔

رضائے باری تعالیٰ کا حصول

اسلام انسانی کردار میں محض اعلیٰ اقدار پیدا کرنے پر اکتفا نہیں کرتا بلکہ یہ شعور بھی پیدا کرتا ہے کہ اصل اہمیت اس بات کو حاصل ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک کسی شخص کی نیکیوں کی قدر و منزلت کیا ہے۔ اس امر پر زور دینے سے اس انسانی خواہش کا بھی سدباب ہو جاتا ہے جس کی وجہ سے انسان چاہتا ہے کہ لوگ اس کی نیکیوں کو سراہیں لیکن ایک حقیقی مومن کے لئے تو اتنا یقین ہی کافی ہے کہ اس کے اچھے اور بُرے تمام اعمال خبیر اور بصیر خدا کی نظر میں ہیں۔ چنانچہ قرآن کریم فرماتا ہے۔

يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخْبَارَهَا۔ بِاَنَّ رَبَّكَ اَوْحٰى لَهَا۔ يَوْمَئِذٍ يَّصْدُرُ النَّاسُ اَشْتَاتًا لِّيُرَوْا اَعْمَالَهُمْ۔ فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ۔ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ۔ (سورة الزلزال آيات 5تا 9)

ترجمہ:۔ اس دن وہ اپنی خبریں بیان کرے گی کیونکہ تیرے رب نے اسے وحی کی ہوگی۔ اس دن لوگ پراگندہ حال نکل کھڑے ہوں گے تا کہ انہیں ان کے اعمال دکھا دیئے جائیں۔ پس جو کوئی ذرہ بھر بھی نیکی کرے گا وہ اسے دیکھ لے گا اور جو کوئی ذرہ بھر بھی بدی کرے گا وہ اسے دیکھ لے گا۔

یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ یہ تعلیم اصلاح معاشرہ کی طرف ایک اہم قدم ہے اور نمود و نمائش اور فخر و مباہات کا واحد اور مؤثر علاج بھی یہی ہے۔

صدقہ و خیرات کے وسیع تر معنوں میں آنحضرت ﷺ نے مندرجہ ذیل اعمال کو ایسی نیکیوں میں شامل فرمایا ہے جن کا اجر خود اللہ تعالیٰ عطا فرماتا ہے۔

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ انسانی اعضاء میں سے ہر عضو کا ہر روز صدقہ دینا واجب ہے۔ دو افراد کے مابین انصاف کرنا صدقہ ہے۔ کسی شخص کو سوار ہونے میں یا اس کا سامان چڑھانے میں مدد دینا بھی صدقہ ہے۔ راستہ میں سے کسی تکلیف دہ چیز کا ہٹا دینا بھی صدقہ ہے۔

(بخاری و مسلم)

عدی بن حاتمؓ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا اگر کوئی مسلمان درخت لگاتا ہے اور پھر اس میں سے جو کچھ کھایا جاتا ہے وہ درخت لگانے والے کی طرف سے صدقہ ہے۔ اور اگر اس میں سے کچھ چوری کر لیا جاتا ہے یا اس میں سے لے لیا جاتا ہے تو وہ بھی صدقہ ہے۔ (صحیح البخاری۔ کتاب المزارعة باب فضل الزرع والغرس إذا أكل منه)

ابن ابی حاتمؓ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا آگ سے بچو خواہ آدھی کھجور صدقہ میں دے کر۔ اور اگر اس کی طاقت نہیں رکھتے تو اچھی بات کہہ کر۔

(صحیح البخاری۔ کتاب الادب۔ باب طیب الکلام)

حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا اگر ایک شخص کے پاس کچھ نہیں ہے تو اسے چاہئے کہ اپنے ہاتھوں سے کام کرے اور اپنی کمائی میں سے کچھ خیرات بھی دے۔ اگر وہ کام نہیں کر سکتا تو وہ کسی ضرورت مند بے بس کی مدد کرے۔ اگر وہ یہ بھی نہیں کر سکتا تو اسے چاہئے کہ دوسروں کو نیکی کی ترغیب دے۔ اور اگر وہ اس کی طاقت بھی نہیں رکھتا تو اسے چاہئے کہ وہ بدی کے ارتکاب سے بچتا رہے۔ یہ بھی صدقہ ہے۔

(صحیح البخاری۔ کتاب الزکاۃ۔ باب: علی کل مسلم صدقة فمن لم یجد فلیعمل بالمعروف)

ایک اور حدیث میں آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ بیوی کے منہ میں لقمہ ڈالنا اللہ تعالیٰ کی محبت حاصل کرنے کا باعث ہے۔

لوگوں کے دکھ درد سے ہمیشہ باخبر رہنا

اسلام دوسروں کے دکھ درد کا شعور اور احساس پیدا کرتا ہے۔ چونکہ یہ پہلو قبل ازیں سماجی، اقتصادی اور سیاسی امن کے ضمن میں زیر بحث آ چکا ہے اس لئے یہاں اس پر مزید کچھ کہنے کی ضرورت نہیں ہے۔

محبت و شفقت کا وسیع دائرہ

اسلام انسانی محبت اور محبت کی اس صلاحیت کو صرف بنی نوع انسان تک محدود نہیں رکھتا بلکہ اسے ساری مخلوق خدا تک پھیلا دیتا ہے۔ اس کا دعویٰ ہے کہ یہ وہ آخری مذہب ہے جو کسی ایک قوم کے لئے نہیں بلکہ تمام انسانیت کے لئے نازل ہوا ہے۔ عام طور پر یہی توقع کی جاتی ہے کہ آنحضرت ﷺ کی ذات بابرکات کو تمام بنی نوع انسان کے لئے نور اور رحمت کا منبع قرار دیا جائے گا۔ لیکن آدمی یہ دیکھ کر حیران رہ جاتا ہے کہ قرآن کریم آنحضرت ﷺ کو رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ قرار دیتا ہے یعنی آپ ﷺ نہ صرف بنی نوع انسان بلکہ تمام جہانوں کے لئے رحمت ہیں (سورة الانبیاء آیت 109)۔ عربی میں عالم کے معنی ایک جہان یا سارے جہان کے ہوتے ہیں لیکن یہاں العالمین کا لفظ استعمال ہوا ہے جو عالم کی جمع ہے۔ اس لحاظ سے یہاں اس لفظ سے مراد ایک جہان نہیں بلکہ تمام جہان ہیں۔ ممکن ہے ایک متشکک اتنے بڑے دعویٰ کی صداقت کا قائل نہ ہو سکے لیکن اگر مقام نبوت کی آفاقیت جو آنحضرت ﷺ کی ذات بابرکات میں بدرجہ اتم پائی جاتی ہے، کا گہرا عرفان نصیب ہو جائے تو انسان پر رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ کے مقام و مرتبہ کی عظمت کھل جاتی ہے۔

تخلیق انسانی کا مقصد

قرآن کریم کے نظریہ کے مطابق اگر یہ کائنات محض بے جان اور بے شعور مخلوقات پر مشتمل ہوتی تو تخلیق کائنات کا فعل ہی نعوذ باللہ عبث اور لغو ٹھہرتا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر ایک باشعور مخلوق نہ ہوتی تو خالق کا عرفان کسے نصیب ہوتا۔

تخلیق کائنات کا مقصد دراصل ایک ایسے شعوری تخلیق تھا جسے رفتہ رفتہ ترقی اور وسعت دے کر ایک اعلیٰ مقام تک پہنچانا تھا تا کہ تخلیق کا اصل مقصد حاصل کیا جا سکے۔ ظاہر ہے کہ یہ کوئی معمولی مقصد نہیں ہے۔ اس کی پوری وضاحت ایک الگ تفصیلی بحث کی محتاج ہے جس کی آج کے خطاب میں گنجائش نہیں ہے البتہ آسان لفظوں میں مختصراً یوں کہہ سکتے ہیں کہ تخلیق کائنات کی علت غائی ایک اعلیٰ درجہ کی باشعور ہستی کی پیدائش ہی تھی جو نہ صرف اپنی مرضی سے اللہ تعالیٰ کے حسن کامل کے سامنے جو تمام کائنات میں جلوہ گر ہے سرِتسلیم خم کرے بلکہ بنی نوع انسان کی اس حقیقی مقصد کی طرف راہنمائی بھی کرے یا کم از کم ان لوگوں کے لئے اس راہ پر چلنا ممکن بنا دے جو واقعی اللہ تعالیٰ کی اتباع کرنا چاہتے ہیں۔ اگر کچھ دیر کے لئے فرض کر لیا جائے کہ تخلیقِ کائنات کا کوئی مقصد نہیں تو اسی لحہ پیدائش کائنات کا جواز ہی ختم ہو جاتا ہے۔ اس حقیقت کو سمجھنے کے لئے ایک سادہ سی مثال دی جا سکتی ہے۔ ایک پھل دار درخت لگانے، اس کی آبیاری، دیکھ بھال اور تراش خراش کا مقصد اس درخت کا پھل ہی تو ہے۔ اگر پھل نہ ہو تو درخت بھی نہ ہو۔ اگر مقصد کا حصول نہ ہو تو پودا لگانے اور اس کی دیکھ بھال اور پرورش کی تمام تر کوششیں فضول اور بے معنی ہو کر رہ جاتی ہیں۔ اس لحاظ سے درخت کا وجود جس میں جڑیں، تنا، شاخیں، پتے اور کونپلیں سب شامل ہیں پھل ہی کا مرہون منت ہے۔ اس حقیقت کے باوجود کہ درخت کے یہ سب حصے پھل سے پہلے وجود میں آئے پھر بھی یہ درخت کی علت غائی یعنی پھل ہی کے ممنون ہیں۔ یہ علت غائی اور مقصد ہی کا فیض ہے جس کی وجہ سے تخلیق کا عمل جاری و ساری ہے۔ تخلیق کے اس مقصد و منتہیٰ یعنی انسان اور باقی کائنات کے باہمی تعلق کی روشنی میں اسلامی تعلیمات کا مطالعہ کیا جائے تو یہ معلوم کر کے حیرت ہوتی ہے کہ اسلام صرف اللہ تعالیٰ اور انسان کے تعلق ہی کا احاطہ نہیں کرتا بلکہ انسان کے حیوانات اور جمادات سے تعلق پر بھی محیط ہے۔ اس نقطہ نگاہ سے کائنات کی ہر چیز مقدس بن جاتی ہے اس لئے نہیں کہ وہ انسان سے اعلیٰ ہے بلکہ اس لئے کہ خالق کائنات نے خاص طور پر اسے براہ راست یا بالواسطہ انسان کے لئے پیدا کیا ہے۔ اس لحاظ سے کائنات میں کوئی شے بھی فضول، بے معنی اور الگ تھلگ نہیں رہتی۔ حتیٰ کہ کرۂ ارض سے بعید ترین فاصلوں پر واقع ستاروں کا وجود بھی بامعنی اور بامقصد ہو جاتا ہے اور تخلیق کے منصوبہ میں ان کا مقام واضح ہو جاتا ہے۔

یہی وہ نکتہ ہے جسے قرآن کریم نے بار بار مختلف زاویوں سے بیان کیا ہے جس کی چند مثالیں درج ذیل ہیں۔

وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَا۔ وَالْقَمَرِ اِذَا تَلٰهَا۔ وَالنَّهَارِ اِذَا جَلّٰهَا۔ وَالَّيْلِ اِذَا يَغْشٰهَا۔ وَالسَّمَآءِ وَمَا بَنٰهَا۔ وَالْاَرْضِ وَمَا طَحٰهَا۔ وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰهَا۔ فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰهَا۔ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا۔ وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰهَا۔

(سورة الشمس آيات 2تا11)

ترجمہ:۔ قسم ہے سورج کی اور اس کی دھوپ کی۔ اور چاند کی جب وہ اس کے پیچھے آئے۔ اور دن کی جب وہ اس (یعنی سورج) کو خوب روشن کر دے۔ اور رات کی جب وہ اسے ڈھانپ لے اور آسمان کی اور جیسے اُس نے اُسے بنایا۔ اور زمین کی اور جیسے اُس نے اُسے بچھایا۔ اور جان کی اور جیسے اس نے اسے ٹھیک ٹھاک کیا۔ پس اس کی بے اعتدالیوں اور اس کی پرہیز گاریوں (کی تمیز کرنے کی صلاحیت) کو اس کی فطرت میں ودیعت کیا۔ یقیناً وہ کامیاب ہو گیا جس نے اس (تقویٰ) کو پروان چڑھایا۔ اور نامراد ہو گیا جس نے اسے مٹی میں گاڑ دیا۔

وَسَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا مِّنْهُ۔ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ (سورة الجاثیہ آیت14)

ترجمہ:۔ اور جو بھی آسمانوں میں اور زمین میں ہے اس میں سے سب اس نے تمہارے لئے مسخر کر دیا۔ اس میں غور و فکر کرنے والوں کے لئے یقیناً کھلے کھلے نشانات ہیں۔

اَلَمْ تَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَاَسْبَغَ عَلَيْكُمْ نِعَمَهٗ ظَاهِرَةً وَّبَاطِنَةً ۗ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّجَادِلُ فِي اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّلَا هُدًى وَّلَا كِتٰبٍ مُّنِيْرٍ (سورة لقمان آيت21)

ترجمہ:۔ کیا تم نے غور نہیں کیا کہ اللہ نے تمہارے لئے مسخر کر دیا ہے جو بھی آسمانوں اور زمین میں ہے اور اس نے اپنی نعمتیں تم پر ظاہری طور پر بھی پوری کیں اور باطنی طور پر بھی۔ اور انسانوں میں سے ایسے بھی ہیں جو اللہ کے بارہ میں بغیر کسی علم یا ہدایت یا روشن کتاب کے جھگڑتے ہیں۔

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْٓ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ

(سورة التين آيت5)

ترجمہ:۔ یقیناً ہم نے انسان کو بہترین ارتقائی حالت میں پیدا کیا۔

قرآن کریم کی بہت سی دیگر آیات یہاں تک کہ بعض چھوٹی سورتیں بھی سب کی سب اسی مضمون کے لئے وقف ہیں۔ ان سے پتہ چلتا ہے کہ انسان ایک عالم صغیر ہے جس پر تمام مخلوقات نے اپنے اثرات مرتب کیے ہیں یہاں تک کہ بعید ترین ستاروں نے بھی اس عالم صغیر یعنی انسان پر اپنے اثرات ڈالے ہیں مگر انسان اور باقی کائنات کے مابین یہ تعلق غلام اور آقا کا نہیں بلکہ آقا اور غلام کا ہے۔ آقا اپنے ان غلاموں کے آگے سر نہیں جھکاتے بلکہ غلام ان کی خدمت میں کمربستہ رہتے ہیں۔ پس انسان اس ساری کائنات کا آقا ہے لیکن غلام ہے صرف اس ذات کا جو اس ساری کائنات کی خالق و مالک ہے۔ اب دیکھئے کہ اسلام کا یہ فلسفہ دیگر کئی مذاہب کے فلسفوں سے کس قدر مختلف ہے جو صرف بتوں کی عبادت ہی نہیں سکھاتے بلکہ نیچر کی عبادت کی کئی شکلیں بھی ان میں پائی جاتی ہیں۔ ان مذاہب کی تعلیمات کے مطابق تو یوں لگتا ہے جیسے سورج، چاند، ستارے، درخت، بجلی، طوفان، سمندر یہاں تک کہ گائے، سانپ اور پرندے ایک پہلو سے انسان سے بھی اعلیٰ مقام اور مرتبے پر فائز ہیں۔ انسان کو یہ سکھایا جاتا ہے کہ وہ ان چیزوں کو معبود تسلیم کر کے ان کی عبادت کرے کیونکہ بقول ان کے ان سب کو انسان پر ایک قسم کی فضیلت حاصل ہے۔ مختصر یہ کہ انسان کو مخلوقات میں سب سے نچلے درجہ کی مخلوق قرار دے کر اسے ہر اس چیز کا مطیع اور خادم بنا دیا جاتا ہے جو محض اس کی خدمت کے لئے پیدا کی گئی تھی۔

نظام کائنات کا جو عرفان اسلام نے عطا فرمایا

باقی صفحہ نمبر 16 پر ملاحظہ فرمائیں

الفضل ڈائجسٹ

(مرتبہ : محمود احمد ملک)

اس کالم میں ان اخبارات و رسائل سے اہم ودلچسپ مضامین کا خلاصہ پیش کیا جاتا ہے جو دنیا کے کسی بھی حصہ میں جماعت احمدیہ یا ذیلی تنظیموں کے زیرانتظام شائع کئے جاتے ہیں۔ ''الفضل ڈائجسٹ'' کی ویب سائٹ کا پتہ یہ ہے:

http://www.alislam.org/alfazal/d/

براعظم آسٹریلیا

آسٹریلیا دراصل لاطینی لفظ Australis سے ماخوذ ہے جس کے معنی ہیں ''جنوبی زمین''۔ یہ براعظم ایک بڑا جزیرہ ہے اور رقبہ کے لحاظ سے دنیا کا چھٹا بڑا ملک ہے۔ اس کی لمبائی 4025 کلومیٹر اور چوڑائی 3700 کلومیٹر ہے۔ کُل رقبہ 7,682,300 مربع کلومیٹر ہے جس کا دوتہائی صحرا ہے۔ آبادی ایک کروڑ 88 لاکھ (2000ء) ہے۔ دارالحکومت کینبرا کی آبادی 4 لاکھ ہے۔ یہاں کی آبادی کا 80 فیصد عیسائی ہے۔ اہم صنعتوں میں فولاد، ایلومینیم، گاڑیاں، پارچہ بافی وغیرہ شامل ہے۔ کئی اہم معدنیات بھی پائی جاتی ہیں۔ قومی فضائی کمپنی ''Qantas آسٹریلین ایئرلائنز'' ہے۔ ملک میں 441 ہوائی اڈے اور 6 بڑی بندرگاہیں ہیں۔

آسٹریلیا کو خوش بختی کی سرزمین بھی کہا جاتا ہے۔ یہاں سب سے پہلے غالباً تسمانین آباد ہوئے جو 40 ہزار سال قبل جنوبی ایشیا سے ہجرت کرکے آئے تھے۔ 10ویں صدی عیسوی میں پہلا مسلمان یہاں تجارت کی غرض سے پہنچا اور 14ویں صدی میں مسلمان آسٹریلیا کے شمالی ساحل کی طرف آباد ہونا شروع ہوئے جس پر عرب تاجروں کو کنٹرول حاصل تھا۔

آسٹریلیا میں سب سے پہلے سیاحت یورپی اقوام نے 17 ویں صدی عیسوی میں کی۔ 18ویں صدی عیسوی کے شروع میں ولندیزی یہاں آئے اور انہوں نے اسے نیوہالینڈ کا نام دیا۔ 20 ؍اپریل 1770ء کو کیپٹن جیمز کک نے برطانیہ کی طرف سے آسٹریلیا کے مشرقی ساحل پر قبضہ کیا۔ اس وقت یہاں مختلف وحشی قبائل آباد تھے۔ 1786ء میں برطانوی آبادکاروں نے نیوساؤتھ ویلز کے مقام پر پہلی آبادی قائم کی۔ پھر برطانیہ نے اپنی تجارتی چوکیاں قائم کرنی شروع کیں اور فوجی اور حکومتی افسر یہاں آباد کئے اور 1819ء میں پورے براعظم پر قبضہ کرلیا۔ 1830ء میں برطانیہ نے یہاں آبادی بڑھانے کے لئے بغیر کسی ویزہ کے آباد ہونے کی اجازت دیدی۔ 1851ء میں وکٹوریہ میں سونا دریافت ہوا جس سے تارکین وطن بڑی تعداد میں یہاں آئے۔

1876ء میں برطانیہ نے تسمانین باشندوں کو یہاں سے نکال کر یورپی، برطانوی اور آئرش نسل کے لوگوں کو آباد کیا۔ یکم جنوری 1901ء کو دولت مشترکہ آسٹریلیا کا قیام عمل میں لایا گیا اور سرایڈمنڈ بارٹن آسٹریلیا کے پہلے وزیراعظم بنے۔ 1902ء میں یہاں عورتوں کو ووٹ دینے کا حق ملا اور 14 مئی 1907ء کو ملک کے پہلے عام انتخابات منعقد ہوئے۔ 1911ء میں شمالی علاقہ کے سوا تمام ریاستیں وفاق میں شامل ہوگئیں۔ پہلی جنگ عظیم کے دوران تین لاکھ آسٹریلوی فوجیوں نے برطانیہ کے ساتھ جنگ میں حصہ لیا۔ دوسری جنگ عظیم میں بھی آسٹریلیا نے برطانیہ کے شانہ بشانہ جنگ میں حصہ لیا۔

آسٹریلیا ایک فیڈریشن ہے جہاں آئینی بادشاہت اور پارلیمانی جمہوریت قائم ہے۔ ملکہ الزبتھ دوم ریاست کی سربراہ مملکت اور مسلح افواج کی سپریم کمانڈر ہیں۔ ملکہ کی نمائندگی گورنر جنرل کرتا ہے۔ حکومت کا سربراہ اور انتظامی اختیارات کا مالک وزیراعظم ہے۔ قومی اسمبلی 147 اور سینیٹ 76 ارکان پر مشتمل ہے۔

آسٹریلیا کے قدیم باشندے

روزنامہ ''الفضل'' ربوہ سالانہ نمبر 2006ء میں مکرم خالد سیف اللہ خانصاحب کا آسٹریلیا کے قدیم باشندوں یعنی ایبورجنی (ABORIGINES) کے بارہ میں ایک مضمون شامل اشاعت ہے۔

یہ لوگ کم ازکم چالیس ہزار سال سے یہاں رہ رہے ہیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے بھی اپنی کتاب "Revelation, Rationality, Knowledge & Truth" (الہام، عقل، علم اور سچائی) میں ان باشندوں کے مذہب اور خدا کے تصور پر اپنی اور دوسروں کی تحقیق درج فرمائی ہے۔ نیز 18؍ نومبر 1994ء کو آپؒ نے ایک سوال و جواب کے پروگرام میں آدم کی حقیقت، اس کے ارتقائی مراحل اور آسٹریلیا کے قدیم لوگوں کے سماجی اور مذہبی حالات پر خوب روشنی ڈالی تھی۔

ایک تحقیق کے مطابق انسان افریقہ میں پیدا ہوا۔ وہاں سے عرب میں آیا اور وہاں سے 56 ہزار سال قبل بحیرہ ہند کے ساحل کے ساتھ چلتے چلتے انڈونیشیا سے ہوتے ہوئے آسٹریلیا پہنچا۔ بعد میں (تیس چالیس ہزار سال قبل) انسانوں کا دوسرا گروپ یورپ کی طرف پھیل گیا۔ مذہب کی تاریخ کے مطابق قریباً 6155 قمری سال پہلے وہ آدم علیہ السلام پیدا ہوئے تھے جو ہمارے نبی کریم ﷺ کے جدامجد تھے۔ اُنہی کو خدا نے عربی زبان سکھائی، ابتدائی شریعت دی اور انہی کیلئے مکہ میں خدا کا پہلا گھر تعمیر ہوا۔

ایک جدید تحقیق یہ بھی کہتی ہے کہ چودہ ہزار سال قبل امریکہ اور برازیل میں آسٹریلیا کے ایبورجنی نسل کے لوگ آباد تھے۔ جب آسٹریلیا کے پروفیسر کلیمنٹ ریگ نے 1908ء میں حضرت مسیح موعودؑ سے ملاقات کی تو حضورؑ سے انسان کی ابتدا کے بارہ میں بھی سوال کیا۔ چونکہ بائبل تو آدم سے انسانیت کا آغاز بتاتی ہے جس کو صرف چھ ہزار سال کا ہی عرصہ گزرا ہے جبکہ سائنسی شواہد اس کے خلاف ہیں کیونکہ انسان اس عرصہ سے بہت پہلے کا زمین پر آباد ہے۔ چنانچہ پروفیسر صاحب نے حضورؑ سے پوچھا کہ کیا یہ لوگ جو دنیا کے مختلف حصوں امریکہ، آسٹریلیا وغیرہ میں پائے جاتے ہیں، کیا یہ اس آدم کی اولاد میں سے ہیں؟ حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا: ''ہم اس بات کے قائل نہیں اور نہ ہی اس مسئلہ میں ہم توریت کی پیروی کرتے ہیں کہ چھ سات ہزار سال سے ہی جب سے یہ آدم پیدا ہوا تھا، اس دنیا کا آغاز ہوا ہے اور اس سے پہلے کچھ نہ تھا اور خدا گویا معطل تھا اور نہ ہی ہم اس بات کے مدعی ہیں کہ یہ تمام نسل انسانی جو اس وقت دنیا کے مختلف حصوں میں موجود ہیں یہ اسی آخری آدم کی نسل ہے ہم تو اس آدم سے پہلے بھی نسل انسانی کے قائل ہیں جیسا کہ قرآن شریف کے الفاظ سے پتہ لگتا ہے۔ خدا نے یہ فرمایا کہ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَۃً (البقرۃ:31)۔ خلیفہ کہتے ہیں جانشین کو۔ اس سے صاف پتہ چلتا ہے کہ آدم سے پہلے بھی مخلوق موجود تھی۔ پس امریکہ اور آسٹریلیا وغیرہ کے لوگوں کے متعلق ہم کچھ نہیں کہہ سکتے کہ وہ اس آخری آدم کی اولاد میں سے ہیں یا کسی دوسرے آدم کی اولاد میں سے ہیں''۔

1989ء میں جب حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ آسٹریلیا کے دورہ پر تشریف لائے تھے تو آسٹریلیا کے قدیم باشندوں کے لیڈر برنم برنم بھی ایک گروپ کے ساتھ حضور کو ملنے آئے تھے۔ وہ ایبورجنیز کی اس نسل کے نمائندہ تھے جنہیں مسروقہ نسل (STOLEN GENERATION) کہا جاتا ہے۔ وہ ان ہزاروں بچوں میں سے ایک تھے جن کو حکومت نے ان کے والدین سے زبردستی چھین کر مختلف اداروں اور چرچوں کی کفالت میں دیدیا تھا۔ برنم برنم 1936ء میں پیدا ہوئے تھے ابھی پانچ ماہ کے تھے کہ گوروں نے زبردستی ان کی والدہ کی گود سے انہیں چھین لیا تھا۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں وہاں انسان نہیں بلکہ حیوان سمجھا جاتا تھا۔ رات کے وقت ان کے سامنے بے حیائی کے کام کئے جاتے تھے۔ ان بچوں سے ان کی طاقت سے بڑھ کر سخت کام لئے جاتے، بھوکا رکھا جاتا، علاج کی سہولت سے بھی محروم رکھا جاتا۔ چنانچہ بہت تھے جو وقت سے پہلے مرجاتے۔ برنم برنم 1997ء میں وفات پاگئے۔

ہزاروں سال پہلے ایبورجنیز مختلف قبائل میں بٹے ہوئے تھے۔ چھ سو سے زائد زبانیں بولی جاتی تھیں۔ نہ ان کا آپس میں کوئی رابطہ تھا نہ کوئی مشترک زبان تھی لیکن عجیب بات یہ ہے کہ اس کے باوجود وہ سبھی یہ مانتے تھے کہ کائنات کی ایک طاقت ہے جو رؤیا کے ذریعہ ہم سے رابطہ رکھتی ہے۔

یورپین اقوام نے ان سے ملک چھینا۔ جہاں تک ہوسکا ان کو ختم کیا۔ وہ اپنے اپنے قبیلہ کے رسم و رواج کے پابند تھے۔ جنگلوں میں جو کچھ ملتا اسے کھا کر اپنی بھوک مٹاتے۔ بیاہ، شادی اور موت کی رسومات بھی ان میں تھیں۔ باوجود نیم برہنہ رہنے کے ان میں عفّت کا ایک معیار تھا۔ شادی سے پہلے لڑکا لڑکی ایک دوسرے کو چھوتے تو ان کو سزا دی جاتی۔ یہ لوگ نہ تو شراب سے آشنا تھے نہ نشوں کے عادی تھے نہ کوئی جوئے کی لت انہیں تھی لیکن اب ان کا مذہب عیسائیت تھا۔ چرچ سختی سے نگرانی کرتے ہیں کہ کوئی دوسرا مذہب ان میں نفوذ کرنے نہ پائے۔ منشیات کے عادی ہوچکے ہیں کچھ نہ ملے تو پٹرول کو ہی سونگھ کر نشہ کی عادت پوری کرتے ہیں۔ جو وظیفہ حکومت سے ملتا ہے وہ اکثر جوئے اور نشہ کی نذر ہوجاتا ہے۔ پھر خرچ پورا کرنے کیلئے ڈاکے ڈالتے ہیں۔

ایک ایبورجینی جو احمدی ہوگیا، اس کے دوستوں نے اس سے پوچھا کہ تمہیں احمدی ہوکر کیا ملا؟ کہنے لگا میں اب صاف ستھرا رہتا ہوں کیونکہ نماز پڑھنی ہوتی ہے۔ باقاعدہ شادی کرکے بیوی بچوں کے ساتھ رہتا ہوں۔ نہ میں شراب پیتا ہوں نہ کوئی اور نشہ کرتا ہوں۔ جوأ بھی نہیں کھیلتا۔ کام کرکے کھاتا ہوں۔ میرے پاس پیسے بچتے ہیں اس لئے میں نے اپنا مکان بھی قسطوں پر خرید لیا ہے۔ (گویا اس نے احمدی ہونے کا دنیا ہی میں فائدہ اٹھالیا اور آخرت کا فائدہ الگ ہے)۔

کیپٹن جیمز کک

کیپٹن جیمز کک 28 ؍اکتوبر 1728ء کو یارکشائر کے ایک گاؤں میں پیدا ہوا جو ساحل سمندر پر واقع تھا۔ وہیں جہازوں اور کشتیوں کو دیکھ دیکھ کر اس کے دل میں سمندر کے سفر کا شوق پیدا ہوا اور وہ ایک بحری جہاز پر ملازم ہوگیا۔ بہت جلد اُس نے جہاز چلانا سیکھ لیا اور پھر کئی دریاؤں اور سمندروں کے سروے کئے اور ساحلی علاقوں کے چارٹ اور نقشے تیار کئے۔ اُس کی قابلیت کی شہرت ایسی تھی کہ اسے بحری فوج میں ایک اچھے عہدے کی پیشکش کردی گئی۔ وہ خود بھی یہی چاہتا تھا۔ یہاں اس نے بہت جلد اپنی قابلیت کا سکہ جمالیا۔ بحری فوج کے افسران نے اسے دریائے سینٹ لارنس کے سروے کا کام سونپا۔ جیمز کک نے یہ کام بڑی خوش اسلوبی سے انجام دیا اور اس کے اس کارنامہ کے باعث برطانیہ نے کیوبک کا شہر فتح کرلیا۔ کچھ عرصے بعد اسے نیوزی لینڈ کے ساحلی علاقہ کے نقشے اور چارٹ تیار کرنے کے کام پر لگایا گیا اور اس نے یہ کام بھی نہایت خوش اسلوبی سے انجام دیا۔

1758ء میں اسے ایک اور اہم کام کے لئے منتخب کیا گیا۔ جغرافیہ دانوں کا خیال تھا کہ بحرالکاہل کے جنوب میں ایک ایسا براعظم موجود ہے جس کی دولت کی کوئی حد نہیں۔ حکومت برطانیہ نے اس براعظم کا پتہ چلانے کی مہم جیمز کک کو سونپی اور یوں جیمز کک 25 ؍اگست 1768ء کو اپنی زندگی کی سب سے اہم مہم پر روانہ ہوگیا۔ ایک طویل سفر کے بعد وہ بالآخر اس براعظم تک پہنچ گیا جو آج آسٹریلیا کہلاتا ہے۔ جیمز کک نے اس براعظم کا نام نیوساؤتھ ویلز رکھا اور وہاں برطانیہ کا پرچم لہرادیا۔ یوں یہ نیا براعظم برطانوی تسلط میں آگیا۔

آسٹریلیا دریافت کرنے کے بعد بھی جیمز کک نے کئی سفر کئے۔ ان سفروں میں اس نے براعظم انٹارکٹیکا کا چکر لگایا اور کرسمس آئی لینڈ، ایسٹر آئی لینڈ اور ہوائی کے جزیرے دریافت کئے۔ اپنے آخری سفر کے اختتام پر جب وہ جزیرہ ہوائی سے روانہ ہونے لگا تو 14 فروری 1779ء کو ایک افسوسناک واقعہ پیش آیا جس میں ایک مقامی باشندے نے بھالا مار کر جیمز کک کو ہلاک کردیا۔

روزنامہ ''الفضل'' ربوہ کے سالانہ نمبر 2006ء میں مکرم ڈاکٹر ریاض اکبر صاحب نے اپنی ایک خوبصورت نظم میں آسٹریلیا کے ابتدائی احمدیوں کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے کہا:

ہم آن ملے ہیں متوالو، بس دیر تھی کل یا پرسوں کی
اب بوجھ ہمارے کاندھوں پر، تم تھکن اتارو رستوں کی
یوں وقت کا آگا پیچھا کیا، رندوں کا جانا آنا کیا
یہ مے بھی وہی ساقی بھی وہی مستی بھی وہی لے مستوں کی

تم شہر میں ساروں سے پوچھو تم رات میں تاروں سے پوچھو
کہ گیت تمہارے ہونٹوں کے وہ آج بھی ہم دہراتے ہیں
تم پریم ڈگر کے راہی تھے ہم بھی تو ایک مسافر ہیں
تم ٹھنڈے ٹھنڈے گھر جاؤ، ہم پیچھے پیچھے آتے ہیں

Muslim Television Ahmadiyya
Weekly Programme Guide
18th January 2008 – 24th January 2008

Please Note that programmes and timings may change without prior notice. All times are given in Greenwich Mean Time.
For more information please phone on +44 20 8875 4272 or fax +44 20 8874 8344

Friday 18th January 2008

00:10 Tilaawat, Dars-e-Malfoozat, & MTA News
01:10 Al Maa'idah
01 :30 Liqaa Ma'al Arab: A sitting with Hadhrat Khalifatul Masih IV (ra) and Arabic speaking Guests. Recorded on 26th February 1997.
02:40 The Inside Story of 1953: discussion programme hosted by Syed Hameedullah Nusrat Pasha with guests Dabeer Ahmad Peer and Mirza Sultan Ahmad.
03:45 Friday Sermon delivered by Hadhrat Khalifatul Masih V on 27th May 2005.
04:55 Tarjamatul Qur'an Class: In depth explanation of Qur'anic verses by Hadhrat Khalifatul Masih IV (ra). Recorded on 15th October 1997.
06:05 Tilaawat, Dars-e-Hadith & MTA News
07:00 Gulshan-e-Waqfe Nau (Atfal) with Huzoor, recorded on 7th April 2007.
08:00 Le Francais C'est Facile: Lesson no. 109.
08:25 Siraiki Service: a discussion in Siraiki on the life and character of the Holy Prophet (saw).
09:10 Urdu Mulaqa'at with Hadhrat Khalifatul Masih IV (ra) and Urdu speaking guests. Session no. 63, recorded on 22nd December 1995.
10:25 Indonesian Service
11:25 Seerat Sahaba Rasool (saw)
12:00 Tilaawat & MTA News
13:00 Live Friday Sermon delivered by Hadhrat Khalifatul Masih V from Baitul Futuh.
14:30 Dars-e-Hadith
14:45 Bengali Reply to Allegations: a Bengali discussion programme replying to various allegations made against the Ahmadiyya Jama'at.
15:55 Friday Sermon [R]
17:05 Spotlight: an interview with Naseer Turabi.
18:05 Le Francais C'est Facile: lesson no. 109. [R]
18:30 Arabic Service: Arabic discussion programme about the true concepts of Islam, hosted by Muhammad Sharif.
20:35 MTA International News Review Special
21:10 Friday Sermon [R]
22:25 MTA Variety: a documentary on the history of Cordoba, Spain.
22:50 Urdu Mulaqa'at: Session no. 63 [R]

Saturday 19th January 2008

00:00 Tilaawat, Dars-e-Hadith & MTA Jamaat News
01:00 Le Francais C'est Facile: lesson no. 109
01:30 Liqaa Ma'al Arab: A sitting with Hadhrat Khalifatul Masih IV (ra) and Arabic speaking guests. Recorded on 4th March 1997.
02:35 Spotlight: an interview with Naseer Turabi.
03:40 Friday Sermon: recorded on 18/01/08.
04:55 Urdu Mulaqa'at: Session no. 63
06:00 Tilaawat, Dars-e-Hadith & MTA News
07:15 Gulshan-e-Waqfe Nau (Atfal) Class with Huzoor. Recorded on 2nd July 2006.
08:10 Qur'an Quiz
08:30 Friday Sermon: rec. 18/01/08 [R]
09:30 Muharram: a discussion programme with Imam Ata-ul-Mujeeb Rashed talking about the importance of Muharram.
10:05 Indonesian Service
11:00 French Service
12:00 Tilaawat & MTA News
13:05 Bangla Shomprochar
14:05 Intikhab-e-Sukhan
15:05 Gulshan-e-Waqfe Nau (Atfal) [R]
16:05 Seerat Sahabiyat: Discussion on the topic of the Character of Hadhrat Sayeda Nawab Mubarika Begum Sahiba (ra). Part 3.
16:50 Qur'an Quiz
17:10 Question and Answer Session with Hadhrat Mirza Tahir Ahmad Khalifatul Masih IV (ra) in Urdu. Recorded on 10/02/1984.
18:00 Muharram: discussion programme [R]
18:30 Arabic Service: Arabic discussion programme about the true concepts of Islam, hosted by Muhammad Sharif.
20:40 International Jama'at News
21:10 Gulshan-e-Waqfe Nau (Atfal) [R]
22:15 Muharram: disccusion programme [R]
22:50 Friday Sermon: rec. 18/01/08 [R]

Sunday 20th January 2008

00:00 Tilaawat, Dars-e-Hadith & MTA News
01:10 Qur'an Quiz
01:30 Liqaa Ma'al Arab: A sitting with Hadhrat Khalifatul Masih IV (ra) and Arabic speaking guests. Recorded on 5th March 1997.
02:30 Seerat Sahabiyat: a programme about the Life and Character of Hadhrat Sayeda Nawab Mubarika Begum Sahiba (ra). Part 3.
03:30 Friday Sermon: rec. 18/01/08
04:30 Question and Answer Session
05:30 Muharram: discussion programme.
06:00 Tilaawat, Dars-e-Hadith & MTA News
07:00 Gulshan-e-Waqfe Nau (Nasirat) with Huzoor, recorded on 29th December 2004.
08:10 MTA Travel: a visit to Fes, Morocco.
08:35 Learning Arabic: lesson no. 7
08:55 Huzoor's Tours: programme documenting Huzoor's visit to Denmark.
09:00 MTA Variety: a documentary on Space Shuttles.
10:00 Indonesian Service
11:00 Spanish Service: Spanish translation of Friday sermon delivered by Hadhrat Khalifatul Masih V on 9th March 2007.
12:00 Tilaawat, Dars-e-Hadith & MTA News
13:00 Bengali Reply to Allegations: discussion programme replying to various allegations made against the Ahmadiyya Muslim Jama'at.
14:00 Friday Sermon: Rec. 18th January 2008.
15:05 Gulshan-e-Waqfe Nau (Nasirat) [R]
16:05 Learning Arabic: lesson no. 6 [R]
16:25 Huzoor's Tours [R]
16:55 Question and Answer Session with Hadhrat Mirza Tahir Ahmad, Khalifatul Masih IV (ra). Recorded on 28th June 1996.
18:30 Arabic Service: Arabic discussion programme about the true concepts of Islam, hosted by Muhammad Sharif.
20:30 MTA International News Review
21:05 Gulshan-e-Waqfe Nau (Nasirat) [R]
22:05 Learning Arabic: lesson no 7 [R]
22:25 Huzoor's Tours [R]
22:45 MTA Travel: a visit to Fes, Morocco [R]
23:10 Jihad: discussion programme with Dr Hameed-ullah Nusrat Pasha.

Monday 21st January 2008

00:00 Tilaawat, Dars-e-Hadith & MTA Jamaat News
01:00 Liqaa Ma'al Arab: A sitting with Hadhrat Khalifatul Masih IV (ra) and Arabic speaking guests. Recorded on 6th March 1997.
02:05 Friday Sermon: rec. 18th January 2008.
03:10 MTA Variety: Space Shuttles
03:50 Question and Answer Session with Hadhrat Mirza Tahir Ahmad, Khalifatul Masih IV (ra). Recorded on 28th June 1996.
05:20 Jihad: Discussion programme
06:00 Tilaawat, Dars-e-Hadith & MTA News
07:00 Children's Class held with Huzoor. Recorded on 5th March 2005.
08:00 Le Francais C'est Facile: lesson no. 85
08:25 Medical Matters: skin dieseases
09:00 Rencontre Avec Les Francophones: A weekly studio sitting with French speaking friends with Hadhrat Khalifatul Masih IV (ra). Session no. 25, Recorded on 30/03/1998.
10:05 Indonesian Service
11:00 Ghazwat-e-Nabi (saw)
12:00 Tilaawat, Dars-e-Hadith & MTA News
13:10 Bangla Shomprochar
14:10 Friday Sermon: rec. 01/12/2006.
15:15 Bustan-e-Waqfe Nau [R]
16:15 MTA Variety: speech on the topic of "the eloquence of the Holy Qur'an"
16:50 Rencontre Avec Les Francophones [R]
17:55 Medical Matters
18:30 Arabic Service
19:35 Liqaa Ma'al Arab: A sitting with Hadhrat Khalifatul Masih IV (ra) and Arabic speaking guests. Recorded on 11th March 1997.
20:35 MTA International Jama'at News
21:10 Bustan-e-Waqfe Nau [R]
22:10 Friday Sermon [R]
23:20 MTA Variety [R]

Tuesday 22nd January 2008

00:00 Tilaawat, Dars-e-Hadith & MTA News Review
01:00 Le Francais C'est Facile: lesson no. 85
01:30 Liqaa Ma'al Arab: A sitting with Hadhrat Khalifatul Masih IV (ra) and Arabic speaking guests. Recorded on 11th March 1997.
02:30 Friday Sermon: rec. 1st December 2006.
03:25 Rencontre Avec Les Francophones
04:25 Ghazwat-e-Nabi (saw)
05:20 MTA Variety: speech on the topic of "the eloquence of the Holy Qur'an".
06:00 Tilaawat, Dars-e-Malfoozat & MTA News
07:05 Bustan-e-Waqfe Nau with Huzoor recorded on 28th April 2006.
08:20 Question and Answer Session with Hadhrat Mirza Tahir Ahmad, Khalifatul Masih IV (ra). Recorded on 29th June 1996.
09:40 Islamic Reformation and Revival: a discussion on Islam in the modern world with host Dr Muhammad Iqbal.
10:30 Indonesian Service
11:30 Sindhi Service
12:20 Tilaawat, Dars & MTA News
13:30 Bangla Schomprochar
14:30 Jalsa Salana Holland 2004: Second day address delivered by Hadhrat Khalifatul Masih V on 5th June 2004.
14:55 Islamic Reformation and Revival [R]
15:50 Bustan-e-Waqfe Nau [R]
17:05 Question and Answer session [R]
18:30 Arabic Service
20:35 MTA International News Review Special
21:15 Islamic Reformation and Revival [R]
22:10 Bustan-e-Waqfe Nau [R]
23:25 Jalsa Salana Holland 2004 [R]

Wednesday 23rd January 2008

00:00 Tilaawat, Dars & MTA News
01:05 Learning Arabic: lesson no. 8
01:30 Liqaa Ma'al Arab: A sitting with Hadhrat Khalifatul Masih IV (ra) and Arabic speaking guests. Recorded on 12th March 1997.
03:05 Islamic Reformation and Revival
03:55 Question and Answer Session
05:20 Jalsa Salana Holland 2004.
06:00 Tilaawat, Dars-e-Hadith & MTA News Review
07:05 Gulshan-e-Waqfe Nau (Atfal) Class with Huzoor, recorded on 9th September 2006.
07:55 Zikre Hadhrat Masih Maud (as) : discussion programme on the advent of the Promised Messiah (as) as mentioned in the Holy Qur'an.
08:20 Ken Harris Oil Painting: learning how to paint an Oil painting.
08:55 Question and Answer Session with Hadhrat Mirza Tahir Ahmad, Khalifatul Masih IV (ra). Recorded on 2nd November 1996.
10:05 Indonesian Service
11:00 Swahili Muzakarah
12:00 Tilaawat, Dars-e-Hadith & MTA News
13:15 Bangla Shomprochar
14:15 From the Archives: Friday sermon delivered by Hadhrat Khalifatul Masih IV (ra), recorded on 17th May 1985.
15:30 Jalsa Salana Speeches: speech delivered by Mustafa Sabit on the occasion of Jalsa Salana UK 1986.
16:00 Gulshan-e-Waqfe Nau (Atfal) [R]
16:50 Ken Harris Oil Painting [R]
17:15 Question and Answer session [R]
18:30 Arabic Service
19:30 Liqaa Ma'al Arab: A sitting with Hadhrat Khalifatul Masih IV (ra) and Arabic speaking guests. Recorded on 13th March 1997.
20:35 MTA International Jamaat News
21:05 Gulshan-e-Waqfe Nau (Atfal) [R]
22:00 Jalsa Salana Speech [R]
22:30 Hamari Kaaenaat
22:55 From the Archives[R]

Thursday 24th January 2008

00:00 Tilaawat, Dars-e-Hadith & MTA News Review
01:25 Liqaa Ma'al Arab: A sitting with Hadhrat Khalifatul Masih IV (ra) and Arabic speaking guests. Session no. 260, recorded on 13th March 1997.
02:25 Philosophy Of Islam
02:50 Hamaari Kaaenaat
03:20 Ken Harris Oil Painting
03:45 From the Archives: 17th May 1985.
04:55 Husn-e-Biyan: Quiz Programme
05:30 Jalsa Salana Speeches
06:00 Tilaawat, Dars-e-Malfoozat & MTA News
06:40 Gulshan-e-Waqfe Nau (Nasirat) Class with Huzoor, recorded on 23rd January 2005.
07:50 English Mulaqa'at: A question and answer session with Hadhrat Mirza Tahir Ahmad, Khalifatul Masih IV (ra) and English speaking friends. Recorded on 24th April 1994.
09:00 The Inside Story of 1953: discussion programme hosted by Syed Hameedullah Nusrat Pasha.
10:00 Indonesian Service
10:55 Friday Sermon: recorded on 27th May 2005.
12:00 Tilaawat & MTA News
13:00 Bangla Shomprochar: Friday Sermon delivered on 11th January 2008.
14:00 Tarjamatul Qur'an Class: In depth explanation of Qur'anic verses by Hadhrat Khalifatul Masih IV (ra). Rec. 15/10/1997.
15:05 English Mulaqa'at [R]
16:10 Inside Story of 1953 [R]
17:20 Friday Sermon: delivered on 27/05/05. [R]
18:30 Live Arabic Service: Arabic discussion programme, hosted by Muhammad Sharif.
20:30 MTA Interntional News Review
21:00 Tarjamatul Qur'an Class: rec. 21/10/1997.
22:05 Inside Story of 1953[R]
23:05 Gulshan-e-Waqfe Nau (Nasirat) [R]

****Please note MTA2 will be showing French service & German service at 16:00 GMT & 17:00 GMT***

Al Fazl International Weekly, London

22 DEER PARK ROAD, LONDON SW19 3TL (U.K.)

ISSN: 1352 9587
Tel: (020) 8544 7603
Fax: (020) 8544 7611
Email:alfazlint@alislam.org

Vol 15 Friday 11 January, 2008 Issue No. 02

حاصل مطالعہ

دوست محمد شاھد۔ مؤرخ احمدیت

بندۂ مومن کی پُرشوکت تبلیغ کا مثالی رنگ

سیدنا حضرت مصلح موعودؓ کی ایک سنہری وصیت جو ہر احمدی بالخصوص دنیا بھر میں پھیلے ہوئے مبشرینِ اسلام اور مربّیان احمدیت کے لئے مینارۂ نور ہیں

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

’’جب کوئی شخص ایک عزم اور ارادہ کے ساتھ کھڑا ہوجاتا ہے کہ کہتا ہے کہ مَیں کوشش تو کروں ممکن ہے بعض لوگوں کو مَیں نکال لاؤں تو وہ آگ کے اندر داخل ہو کر بعض لوگوں کو واقعہ میں بچا لیتا ہے۔ اسی طرح اگر کسی کو یقین ہو کہ لوگوں کی اصلاح ہوسکتی ہے اور پھر وہ اپنی کوششیں جاری رکھتا ہے تو اس کی تبلیغ بہت زیادہ مؤثر ہوتی ہے۔ لیکن اگر کوئی شخص یقین سے خالی دل لے کر جاتا ہے اور لوگوں کو سمجھاتا ہے تو اس کی تبلیغ میں کیا اثر ہوسکتا ہے۔ چنانچہ بعض لوگ تو تبلیغ کے لئے جاتے ہیں مگر اُن کا دل یہ کہہ رہا ہوتا ہے کہ لوگوں نے ماننا ہی نہیں۔ اس طرح جب وہ لوگوں پر بدظنی کرتے ہیں اور اپنے خدا پر بھی بدظنی کرتے ہیں تو ان کی تبلیغ میں کوئی برکت نہیں رہتی اور وہ خالی ہاتھ گھر واپس آجاتے ہیں۔ آخر کیا فرق ہے انبیاء کی تبلیغ اور دوسرے لوگوں کی تبلیغ میں۔ کیا فرق ہے اولیاء کی تبلیغ اور دوسرے لوگوں کی تبلیغ میں۔ کیا فرق ہے مومنوں کی تبلیغ اور دوسرے لوگوں کی تبلیغ میں۔ فرق یہی ہے کہ مومن جب بولتا ہے تو اس یقین اور وثوق سے بولتا ہے کہ مَیں دنیا کو ہلا دوں گا۔ میرے سامنے اگر پہاڑ بھی آئے تو مَیں اسے اُڑا دوں گا۔ اور جو مخالف میرے سامنے ہے اس کی مجال نہیں کہ میرے ہاتھ سے جا سکے۔ وہ میرا شکار ہے جو کہیں نہیں جا سکتا۔ مَیں اس کی بدی کا چولہ پھاڑ دوں گا اور اس کی حقیقی نیکی جو اس کی فطرت میں مرکوز ہے نکال کر باہر رکھ دوں گا۔ لیکن دوسرا جب تبلیغ کرتا ہے تو دل میں یہ بھی کہتا جاتا ہے کہ مَیں یونہی تبلیغ کر رہا ہوں ورنہ اس نے ماننا تو ہے نہیں۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اس کے قلب کا اثر دوسرے شخص کے قلب پر بھی جا پڑتا ہے اور وہ بھی کہتا ہے کہ یہ بے شک تبلیغ کر لے مَیں نے اس کی بات نہیں ماننی۔ لیکن دل کے اندر سے نکلی ہوئی بات اسے ماننے پر مجبور ہوگی وہ اسے قبول کئے بغیر نہیں رہ سکتی۔ گویا واقعات کو رسول کریم ﷺ نے ایسے رنگ میں پیش کیا کہ جس میں شک اور شبہ کی گنجائش نہیں تھی۔ تو اس یقین اور وثوق نے حضرت عمرؓ کی حالت بالکل بدل ڈالی۔

اسی طرح تاریخوں میں آتا ہے کہ ایک شریر اور مفسد شخص تھا جو گو مسلمان کہلاتا تھا مگر اسلامی احکام پر ہمیشہ ہنسی اور تمسخر اُڑاتا رہتا۔ لوگ اسے بہت سمجھاتے مگر اس پر کوئی اثر نہ ہوتا تھا۔ کئی سال کے بعد ایک دفعہ لوگوں نے اسے دیکھا کہ وہ حج کر رہا ہے۔ یہ دیکھ کر لوگ اس کے پاس گئے اور کہنے لگے کہ تُو تو حج پر ہنسی کرتا اور مخول اڑایا کرتا تھا مگر آج تُو خود حج کرنے کے لئے آگیا۔ یہ تغیر تیرے اندر کس طرح پیدا ہوگیا؟ وہ کہنے لگا بے شک آپ لوگ مجھے سمجھایا کرتے تھے مگر ہدایت کا کوئی خاص وقت ہوتا ہے۔ ایک دن کا ذکر ہے کہ مَیں گھر میں اکیلا بیٹھا ہوا تھا کہ گلی میں سے ایک شخص گزرا جو نہایت ہی دردناک لہجہ میں یہ آیت پڑھتا جا رہا تھا کہ اَلَمْ یَاْنِ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُھُمْ لِذِکْرِاللّٰہِ (الحدید:16) کہ کیا مومنوں کے لئے ابھی وہ وقت نہیں آیا کہ ان کے دل اللہ تعالیٰ کے ڈر سے بھر جائیں۔ معلوم نہیں اُس کے دل کی اس وقت کیا کیفیت تھی اور اس کے اندر کس قدر سوز اور درد بھرا ہوا تھا کہ مَیں یہ آیت سنتے ہی تڑپ اٹھا اور مَیں اپنے گناہوں سے توبہ کر کے حج کے لئے چل پڑا۔ تو صداقت اور یقین سے جو تبلیغ کی جاتی ہے اس میں اور دوسری باتوں میں زمین و آسمان کا فرق ہوتا ہے اور یہی وہ باتیں ہیں جو دوسرے کے قلب کو بالکل صاف کر دیتی ہیں۔

رسول کریم ﷺ ایک دفعہ ایک جنگ سے واپس تشریف لائے تو ایک دشمن جس کے دو رشتہ دار مسلمانوں کے ہاتھوں لڑائی میں مارے گئے تھے اس نے اپنی تلوار لی اور رسول کریم ﷺ کے تعاقب میں چل پڑا۔ ایک جنگل میں جب اسلامی لشکر پہنچا تو تمام لوگ آرام کرنے کے لئے اِدھر اُدھر منتشر ہوگئے۔ صحابہؓ گو رسول کریم ﷺ کا ہمیشہ پہرہ رکھتے تھے مگر اس وقت انہوں نے خیال کیا کہ یہاں جنگل میں کون دشمن آنے لگا ہے اور سب اِدھر اُدھر درختوں کے نیچے سو گئے۔ رسول کریم ﷺ نے بھی اپنی تلوار ایک درخت کی شاخ میں لٹکا دی اور آرام کرنے کے لئے اُس درخت کے نیچے سو گئے۔ وہ شخص جو تعاقب میں تھا اسی موقع کا منتظر تھا۔ وہ جھٹ ایک جھاڑی کے پیچھے سے نکلا اور رسول کریم ﷺ کی تلوار اُس نے اٹھا لی۔ آہٹ پا کر رسول کریم ﷺ کی آنکھ کھل گئی۔ اس نے جب آپ کو جاگتے دیکھا تو تلوار سونت کر کہنے لگا بتا اب تجھے کون بچا سکتا ہے؟ رسول کریم ﷺ نے لیٹے لیٹے ایک اطمینان اور یقین سے فرمایا کہ اللہ۔ اللہ کا لفظ لوگ ہزاروں دفعہ استعمال کرتے ہیں مگر کون ہے جس کے الفاظ میں وہ اثر ہے جو رسول کریم ﷺ کے الفاظ میں تھا۔ آپؐ نے جس یقین اور وثوق سے یہ لفظ استعمال کیا وہ تلوار سے زیادہ تیزی کے ساتھ اس کے دل میں اتر گیا۔ اور اس کا ایسا اثر اس پر پڑا کہ تلوار اس کے ہاتھ سے گر گئی۔ رسول کریم ﷺ نے فوراً تلوار اٹھا کر پکڑ لی اور پھر اس کے سر پر تلوار کھینچ کر فرمایا: بتا اب تجھے کون بچا سکتا ہے؟ اس نے جواب دیا آپ ہی رحم کریں تو کریں۔ آپؐ نے فرمایا اے نادان! تُو نے پھر بھی سبق حاصل نہ کیا۔ کم از کم مجھ سے سن کر ہی تُو کہہ دیتا کہ اللہ مجھے بچائے گا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ یا تو وہ رسول اللہ ﷺ کو قتل کرنے کے لئے آیا تھا اور یا وہ وہیں مسلمان ہوگیا‘‘۔

(خطبات محمود جلد 18 صفحہ 667-671)

☾☾☾☾☾☾

بقیہ: اسلام کے حسن معاشرہ کی تشکیل میں افراد کا کردار از صفحہ نمبر 13

ہے اس کے مطابق انسان مخدوم ہے اور باقی ساری کائنات اس کی خادم ہے اس لحاظ سے ساری کائنات میں انسان ہی اپنے خالق کے احسانات کا سب سے بڑھ کر مورد ہے۔ پس اسے سب سے زیادہ خدا تعالیٰ کا شکرگزار اور احسان مند بھی ہونا چاہئے جس کی خدمت کے لئے اللہ تعالیٰ نے تمام کائنات کو مسخر کر دیا ہے۔ بالفاظ دیگر اللہ تعالیٰ کی غلامی میں آ کر انسان ہر دوسری غلامی سے رہائی پا لیتا ہے۔ انسان ساری کائنات کے شعور اور ضمیر کی علامت اور اس کی تجسیم ہے۔ جب انسان خالق کے سامنے سربسجود ہوتا ہے تو گویا ساری کائنات خالق کے حضور سجدہ ریز ہو جاتی ہے اور جب انسان اپنے خالق کی طرف رجوع کرتا ہے تو گویا کل کائنات اپنے خالق کی طرف لوٹتی ہے۔ اسلام کے نزدیک اسی مقصد کے حصول اور اس کے مطابق انسانی زندگی کو ڈھالنے میں حقیقی اور کامل امن پوشیدہ ہے۔ اس سارے فلسفہ کو قرآن کریم کی اس آیت میں جسے مسلمان بکثرت دوہراتے رہتے ہیں نہایت اختصار کے ساتھ بیان کر دیا گیا ہے:......اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ (سورۃ البقرۃ آیت: 157)

ترجمہ:۔ ہم یقیناً اللہ ہی کے ہیں اور ہم یقیناً اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔

بہت کم لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ یہاں لوٹنے سے جسمانی طور پر نہیں بلکہ روحانی طور پر لوٹنا مراد ہے اور یہ آیت صرف امر واقعہ کو بیان نہیں کرتی بلکہ انسان کو اس کا مقصد حیات بھی یاد دلاتی ہے۔ جیسے Salmon مچھلی کو اس وقت تک چین نہیں آتا جب تک کہ وہ ان سمندروں کی طرف واپس نہ لوٹ جائے جہاں اس نے جنم لیا تھا بالکل ایسے ہی انسان کا دل کبھی اطمینان نہیں پا سکتا تاوقتیکہ وہ روحانی طور پر اپنی پیدائش کے منبع و مأخذ تک نہ لوٹ جائے۔ مندرجہ ذیل آیت کے یہی معنی ہیں: اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ تَطْمَئِنُّ قُلُوْبُھُمْ بِذِکْرِاللّٰہِ۔ اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ۔

(سورۃ الرعد: آیت 29)

ترجمہ:۔ وہ لوگ جو ایمان لائے اور ان کے دل اللہ کے ذکر سے مطمئن ہو جاتے ہیں۔ سنو! اللہ ہی کے ذکر سے دل اطمینان پکڑتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر کوئی امن نصیب نہیں ہوسکتا

اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر کوئی امن نصیب نہیں ہوسکتا یہی وہ راز ہے جس کو جانے بغیر نہ تو انسان کو اطمینان قلب نصیب ہوسکتا ہے اور نہ ہی معاشرہ میں امن وسکون کی ضمانت دی جا سکتی ہے حقیقی امن اور اطمینان تک لے جانے والا اور کوئی راستہ نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کی محبت ہی ہے جس کے نتیجہ میں اس کی مخلوق کا سچا احترام دل میں پیدا ہوسکتا ہے۔ مخلوق جس قدر اعلیٰ درجہ کی ہوگی اسی قدر وہ خالق کے قریب تر ہوگی اور اس کا تعلق اپنے خالق سے اتنا ہی مضبوط تر ہوگا۔ انسان ایک عظیم تر اور اعلیٰ تر مقصد کے ساتھ دوسرے انسانوں کا احترام کرنا شروع کر دیتا ہے یعنی اپنے خالق کے احترام کی وجہ سے اس پر جو فرض عائد ہوتا ہے اس کے باعث وہ انسانیت کا احترام کرنا شروع کر دیتا ہے۔ خلاصۃً یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی محبت ہے جو اس کی مخلوق کی محبت میں تبدیل ہو جاتی ہے۔ اگر درمیان سے اللہ تعالیٰ کی محبت نکال دی جائے تو دفعتاً انسانی تعلقات کا سارا منظر ہی بدل جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے نہ ہونے سے جو خلا پیدا ہوگا اسے پُر کرنے کے لئے فوراً انسان کی اَنا سامنے آ جائے گی یہ ایک نادانی کی بات اور بے حد جاہلانہ فلسفہ ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کے بغیر رہ سکتا ہے۔

بالآخر دہریت کا نتیجہ صرف یہی نہیں نکلتا کہ بقول شخصے خدا مر جاتا ہے بلکہ اس کے نتیجہ میں اچانک ہزارہا جھوٹے خدا زندہ ہو جاتے ہیں۔ ہر وہ ذات جو شعور رکھتی ہے آنِ واحد میں اپنے زُعم میں خدا بن جاتی ہے۔ اَنا اور انتہا درجہ کی خودغرضی طاقت پکڑ لیتی ہے اور اس کی حکمرانی ہو جاتی ہے۔ ایسے افراد پر مشتمل معاشرہ بھی ہمیشہ اَناپرست اور خودغرض رہتا ہے بے لوث ہو کر دوسروں کیلئے نفع رساں بننے کی کوئی منطق ہی باقی نہیں رہتی۔ ایک رحیم و کریم خدا کی شکل میں کوئی بیرونی حوالہ ہی باقی نہیں رہتا جو تمام انواع کی مخلوقات کو باہم متحد رکھنے اور یکجا کرنے کا واحد ذریعہ ہے۔ اس سے بڑھ کر اسلام کا کوئی اور فلسفہ نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کئے بغیر کوئی فرد حقیقی اطمینان حاصل نہیں کر سکتا اور حقیقی اطمینان کے بغیر معاشرہ امن و آشتی کا گہوارہ نہیں بن سکتا۔ قیام امن کے لئے تمام ایسی کوششیں جن کا محرک ذاتی اغراض ہوں یقیناً ناکام اور بے نتیجہ رہتی ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ موجود نہیں تو پھر امن بھی نہیں اور اس حقیقت کا شعور ہی دراصل دانائی کا کمال ہے۔

(’’اسلام اور عصر حاضر کے مسائل کا حل‘‘ صفحہ 299-314 مطبوعہ یوکے 2005ء)

• • • • • • •